تذکرہ

حضرت مولانا کرامت علی جونپوریؒ

مولانا مجیب اللہ ندوی
(ناظم جامعۃ الرشاد، اعظم گڑھ)

سید احمد شہید اکیڈمی
دارعرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

www.abulhasanalinadwi.org

جملہ حقوق محفوظ

طبع دوم

فروری ۲۰۰۹ء---صفر المظفر ۱۴۳۰ھ

نام کتاب : تذکرۂ مولانا کرامت علی جونپوریؒ

مصنف : مولانا مجیب اللہ ندوی

تعداد اشاعت : گیارہ سو

طباعت : مشہود انٹرپرائزز، ندوہ روڈ، لکھنؤ

فون : 9839133588

ملنے کے پتے

ابراہیم بک ڈپو، مدرسہ ضیاء العلوم، میدانپور، رائے بریلی

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ

مکتبہ ندویہ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

مکتبۂ اسلام، گوئن روڈ، لکھنؤ

ناشر

سید احمد شہید اکیڈمی

دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی (یوپی) پن نمبر ۲۲۹۰۰۱

www.abulhasanalinadwi.org

فہرست

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

زیر نظر کتاب حضرت مولانا کرامت علی جونپوریؒ کا مختصر اور مؤثر تذکرہ ہے۔ مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی نے مولانا جونپوریؒ کے ترجمہ شمائل (انوار محمدیؐ) شائع کیا تو اس کے آغاز میں مولانا جونپوری کے حالات بڑی تحقیق سے مؤثر اسلوب میں تحریر کیے جو بجائے خود خاصے کی چیز ثابت ہوئی، جس نے اس کا مطالعہ کیا وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ کئی سال ہوئے ہمارے برادر اکبر مولانا سید عبداللہ حسنی صاحب مدظلہ نے مستقل اس کی اشاعت کی طرف توجہ دلائی، یہ کام سید احمد شہید اکیڈمی کے موضوع سے خاص تعلق بھی رکھتا تھا مگر اس میں تاخیر ہوتی چلی گئی۔ اتفاق سے عزیز القدر مولوی سید محمود حسن حسنی ندوی سلمہ اللہ تعالیٰ کا اعظم گڑھ کا سفر ہوا انھوں نے مصنف کتاب سے اس کا تذکرہ کیا اور اشاعت کی اجازت چاہی، مولانا نے اجازت دی اور بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ مولانا محمود نے اس کے بعد کتاب کو قابل اشاعت بنایا، ذیلی عناوین بھی قائم کیے اور محنت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ عم مخدوم معظم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کے قیمتی پیش لفظ نے کتاب کی افادیت میں اور بھی اضافہ کیا۔ خوشی ہے کہ یہ مفید کام انجام پا رہا ہے۔ امید ہے کہ اس سے پورا فائدہ اٹھایا جائے گا۔

جن دوستوں نے کتاب کی اشاعت کے سلسلہ میں کوششیں کیں راقم سطور ان کا مشکور ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور کتاب کو مقبول عام فرمائے۔

بلال عبدالحی حسنی ندوی

دار عرفات، تکیہ کلاں

www.abulhasanalinadwi.org

پیش لفظ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

الحمد لله رب العالمين، و الصلاة و السلام على سيد المرسلين و خاتم النبيين محمد، و على آله و صحبه أجمعين، أما بعد:

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس زمین پر اعلیٰ صلاحیتوں کی رکھنے والی مخلوق بنا کر اتارا، اور قیامت تک کے لیے اس زمین پر زندگی گزارنے کے اسباب مہیا کیے، اور اس زمین پر زندگی گزارنے کے لیے جو طریقۂ کار اس عالم کو بنانے والے اور ساری مخلوق کو پیدا کرنے والے کی طرف سے مقرر کیا گیا تھا اس طریقۂ کار پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی، اور اس کے لیے بنیادی طور پر انسانوں کو عقل کا ذریعہ عطا فرمایا جس کے ذریعہ خیر وشر کے درمیان فرق کرنے کی صلاحیت پیدا ہوئی، اور ان امور میں جن کا اس ذریعۂ عقل کے لیے سمجھنا کچھ دشوار ہو سکتا ہے ان کے لیے وحی کے ذریعہ سے رہنمائی فرمائی، اور دنیا وآخرت میں فلاح وکامیابی حاصل کرنے کا جو طریقہ بتایا اس کو اختیار کرنے کی تاکید کی، اور یہ تاکید اپنی کتابوں اور اپنے نبیوں کے ذریعہ سے کی، تاکہ انسان کو صحیح طریقۂ زندگی اختیار نہ کرنے میں کوئی عذر باقی نہ رہے۔ ہدایت الٰہی کا یہ سلسلہ انبیاء علیہم السلام پر کی جانے والی وحی کے ذریعہ پوری انسانی تاریخ میں برابر جاری رہا، اور ہر قوم میں نبی آئے جو اللہ تعالیٰ کے انتخاب کردہ ہوتے اور ان کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ انسانوں کو صحیح راہ اپنی وحی کے ذریعہ سے بتاتا اور دکھاتا تھا۔

یہ سلسلہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) پر ختم فرمایا گیا، اور ان کی نبوت کو قیامت تک کے لیے جاری وساری قرار دیا گیا۔ حضور (ﷺ) کے زمانہ سے اس زمین پر انسانوں کی زندگی میں فاصلوں اور طبقات کے فرق کے باوجود جو قربت اور بڑی حد تک یکسانیت ہوتے

www.abulhasanalinadwi.org

جارہی تھی، غالباً اسی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے اس پورے عہد کے لیے ایک ہی نبی کو کافی قرار دیا اور ضرورت و حالات کے لحاظ سے آپ کے ذریعہ عطا کردہ شریعت کو اس پورے دور کے لیے کافی قرار دیا، اور اس شریعت کے قائم رہنے اور محفوظ رہنے کا انتظام بھی فرمایا تاکہ وہ آخر تک رہنمائی کر سکے، اور کسی نئے نبی اور نئی شریعت کی ضرورت نہ پڑے۔ اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) کے ماننے والوں میں برابر ایسے افراد پیدا فرمائے جو صحیح راستہ سے بھٹک جانے والوں کو صحیح راستہ کی طرف متوجہ کرتے رہے، اور اس طریقہ سے شریعت کی بھی حفاظت ہوتی رہی، اور لوگوں میں شریعت کے احکام کی طرف واپسی کی ضرورت معتد بہ حد تک انجام پاتی رہی۔

تجدید دینی کے اس اہم فریضہ کی ادائیگی کی اہلیت رکھنے والے ممتاز افراد عہد بعہد مختلف سطح کی طاقت اور اثر پذیری کے پیدا ہوتے رہے، ان میں بعض کا حلقۂ اثر اور وسعت کار قدرے چھوٹے دائرہ کی ہوئی، اور بعض بعض کی بہت بڑے دائرہ کی ہوئی۔ چنانچہ ایسے مصلح اور ممتاز افراد میں بعض نے صرف اپنے مقامی حلقے کو متاثر کیا، اور بعض نے پورے شہر کو متاثر کیا، اور بعض نے وسیع علاقے پر اثر ڈالا، ان میں ایسے ایسے افراد بھی ہوئے کہ جن کے اثر سے پورا پورا صوبہ اور بعض سے پورا پورا ملک شر سے خیر کی طرف بدل گیا۔

ہم اس سلسلہ میں ہندوستان کی تاریخ میں گذشتہ سے پیوستہ صدی پر جب نظر ڈالتے ہیں تو امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی اصلاح ذارشاد اور دینی زندگی کو قائم کرنے کے لیے جد و جہد اپنی طاقت اور اثر میں بہت دور رس اور کارگر نظر آتی ہے، انہوں نے ایک ایسا زمانہ پایا تھا جس میں انگریزوں کا اس ملک پر غلبہ مکمل اور مضبوط طریقہ سے ہو چکا تھا، اور ملک کی زمامِ حکومت مقامی لوگوں کے ہاتھوں سے بالکل نکل چکی تھی، اور جو مقامی طور پر علاقائی حکمراں تھے، وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم ملک کے اصیل شہری ہونے کے باوجود سامراجی حکومت کے بالکل تابع تھے۔ سامراجی حکومت کی طرف سے اسلامی رجحانات کے ساتھ رواداری برتنا تو بڑی بات تھی، وہ اس کو مٹانے پر تلی ہوئی تھی۔ دوسری طرف خود مسلمان سوسائٹی میں اس قدر بگاڑ آگیا تھا کہ توحید و شرک کے درمیان کا فرق بھی ختم ہوتا جارہا تھا، اور بے دینی کا بھی کھلا رجحان بنتا جا رہا تھا۔

ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کو یہ جذبہ اور حوصلہ عطا فرمایا کہ اسلام اور دین و شریعت کے تقاضوں کو بروئے کار لانے کے لیے وہ اپنی ذہنی اور عملی توانائی صرف کریں، اور جو بھی ان سے ربط رکھتا ہو اس کو اس کام پر لگائیں۔ ان کے اس اصلاح و تجدید دین کے کام سے اللہ تعالیٰ کے فضل خاص سے غیر معمولی اثر پڑا، ان میں وسیع سطح سے کام کی رہنمائی خود انہوں نے کی، اور اپنے تلامذہ و مسترشدین کو علاقائی طور پر کام سپرد کیے، دین کے ارکان اور بنیادی اعمال جو بالکل متروک ہو گئے تھے ان کی انہوں نے تجدید کی۔ حج متروک ہو گیا تھا اور راستہ کو پرُ خطر سمجھ کر اس کی فرضیت گویا کہ ختم کر دی گئی تھی، انہوں نے اس کو زندہ کیا اور ایک بڑی جمعیت کو لے کر متعدد بحری جہازوں سے حج کے لیے گئے، اور وہ سارے خطرات کو جھیلنے کے ارادہ کے ساتھ گئے جو در پیش تھے، اور اس طریقہ سے حج کے عمل کو زندہ کر دیا۔

باطل طاقتوں کے غلبہ کے سامنے پسماندگی اور بے بضاعتی پر راضی رہنے کی صورت حال کو شرعی لحاظ سے غلط قرار دیتے ہوئے جہاد کے فریضہ کو زندہ کرنے کا بیڑا اٹھایا، اور اس کے لیے وہی ترتیب اختیار کی جو سنت نبوی میں مکی اور مدنی زندگی کے فرق سے عمل میں لائی گئی تھی، چنانچہ پہلے افراد کی اصلاح کی اور ان کے ایمان اور شریعت کی پابندی میں معیاری حالت بنانے کی پوری کوشش کی، جس کے بڑے اچھے نتائج سامنے آئے، اور غیر معمولی طریقہ سے لوگوں کی اصلاح ہوئی، اور زندگیاں شر سے خیر کی طرف مبدل ہوئیں۔ اسی کے ساتھ اپنی جد و جہد کے لیے باہمت افراد کی تیاری کی طرف بھی توجہ کی اور جب معیاری افراد کی ایک معتد بہ تعداد کی جماعت تیار ہو گئی تو ان کو لے کر اس علاقہ کی طرف ہجرت کی، جہاں اپنے اختیار و ارادہ سے اقدام کرنے کی سہولت ہو، اور جہاں اسلامی اصول کے مطابق حکومت قائم کی جا سکے، جو ایسے بڑے کام کا مرکز عمل بن سکے۔ یہ وہ علاقہ تھا جو غیروں کی حکمرانی سے آزاد تھا اور جہاں صرف مسلمانوں ہی کا عمل دخل تھا، وہاں پہونچ کر خالص اسلامی اصولوں کے مطابق جہاد کا عمل انجام دیا اور اس طریقہ سے اپنی استطاعت و امکانات کی حد تک تجدید دین کے اس فریضہ کو ادا کیا۔

اسی کے ساتھ ساتھ اس فریضۂ جہاد کی ادائیگی کے آغاز پر اپنے تلامذہ و مسترشدین میں جن کو اصلاح اخلاق اور دعوت توحید و عمل بالشریعۃ کے کام کا زیادہ اہل محسوس کیا، ان کو جہاد کے کام میں شریک ہونے کے بجائے اصلاح امت کی ذمہ داری انجام دینے کے لیے مقرر کیا،

www.abulhasanalinadwi.org

اور ہندوستان کے مختلف علاقوں کے لیے ان کو نامزد کیا۔ ان میں سب سے ممتاز شخصیت مولانا کرامت علی صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ہوئی، جن کے سپرد ہندوستان کا مشرقی علاقہ کیا گیا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے پہلے سے علمی صلاحیتیں عطا کر رکھی تھیں اور اصلاح باطن کی فکر اور خدمت دین کا جذبہ بھی ان میں پورا پایا جاتا تھا، اور وہ اسی کی تقویت و تکمیل کے لیے حضرت سید احمد شہید قدس سرہ کے پاس ان کے مرکز عمل تکیہ کلاں رائے بریلی میں آئے تھے، اور چند دنوں ہی کے اندر غیر معمولی جذبہ اور اخلاص عمل سے سرشار ہو کر حضرت سید صاحب کے ساتھ مستقل ان کے کاموں میں شریک ہونے کا ارادہ رکھتے تھے، لیکن حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ انھیں جہاد میں ساتھ لے کر چلنے کے بجائے علاقائی دائرہ میں توحید و شریعت پر لوگوں کو عمل پیرا بنانے کے لیے مقرر فرمایا، اور بنگال و آسام کا علاقہ جو سخت بے دینی اور بدعات و شرک کا شکار ہو رہا تھا ان کے سپرد کیا، اور ان کو دعا دی۔ یہ دعا اور یہ نامزدگی اتنی مؤثر ثابت ہوئی کہ مولانا کرامت علی صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وطن کو چھوڑ کر ان مذکورہ بالا علاقوں کے لیے اپنے کو وقف کر دیا، اور اٹھارہ سال تک مسلسل وہیں دوروں پر اور لوگوں سے رابطہ قائم کرنے اور دین کی صحیح راہ پر ان کو لانے کی فکر میں کوشاں رہے۔

وہ علاقے بڑے دشوار گذار علاقے ہونے کے باعث ان کو بڑی زحمتیں پیش آئیں، لیکن ان کی ہمت اور اخلاص عمل نے جواب نہیں دیا، اور وہ دامے درمے سخنے ہر طرح اس کام میں لگے رہے کہ جس کے نتائج کے سلسلہ میں وہاں کی تاریخ لکھنے والوں نے یہاں تک لکھا کہ مولانا کرامت علی صاحب کی کوششوں سے ایک کروڑ انسانوں کی اصلاح ہوئی، اس زمانہ میں ایک کروڑ کی تعداد ان علاقوں کی مجموعی تعداد کے نصف یا ایک ثلث کہی جاسکتی ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ تعداد مزید لوگوں پر اثر انداز ہوئی ہوگی، جس کا نتیجہ ہے کہ وہاں مسلمانوں کی تعداد اس وقت غیر معمولی اکثریت رکھتی ہے، اور وہاں عام طور پر حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا کرامت علی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ تعظیم اور احسان مندی کے ساتھ کیا جاتا ہے، اس لیے کہ ان حضرات کی کوششوں سے وہاں جن لوگوں کی اصلاح ہوئی ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد نے اپنے بڑوں سے ان حضرات کی اصلاح دین کے اس عمل کے واقعات سنے ہوں گے۔

مولانا کرامت علی صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کارنامہ صرف اس کارنامہ کی حد

تک محدود نہیں ، بلکہ ان کی ذاتی زندگی بھی سارے حق پسند لوگوں کے لیے بڑی نمونہ رہی ہے ، اور علمی وادبی سطح پر انہوں نے جو کام انجام دیا ہے، اس سے صرف ان ہی علاقوں میں نہیں ، بلکہ ہندوستان کے وسطی علاقوں میں بھی خاصا فیض پہونچا۔ تصحیح عقیدہ اور اصلاح اخلاق کے مقصد سے انہوں نے جو کتابیں تصنیف کیں ان کی ایک بڑی خصوصیت یہ رہی کہ ان سے بہت سے لوگوں کے عقائد کی تصحیح ہوئی ، اور معاشرتی اور اخلاقی اصلاح کا اثر پڑا۔ مزید یہ کہ اردو زبان جو اس وقت تک رائج تحریری زبان کے طور پر عام نہیں ہوئی تھی اس کو بھی بڑی مدد ملی ، اور تقویت حاصل ہوئی۔ اردو نثر کے رواج کا جب تذکرہ ہو تو اس میں مولانا کرامت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں کا حصہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔

مولانا کے دوسروں کی اصلاح کے کام کے ساتھ ساتھ خود اپنی سیرت واخلاق میں ان کی جو احتیاط اور للّٰہیت تھی وہ بھی اپنی جگہ پر اعلیٰ سطح کی احتیاط اور تقوی کی تھی ، انہوں نے اپنے اعلیٰ دینی واصلاحی مقاصد کے لیے اپنی ممکنہ مالی صلاحیت پوری طرح صرف کی ، اور لوگوں سے ان کا حسن معاملہ اور دیندارانہ طرز عمل بھی اسلامی روح ومزاج کے پوری طرح مطابق ، بلکہ اعلیٰ نمونہ کا تھا۔

ان تمام گوشوں کے ساتھ ان کی شخصیت ایک معیاری مسلمان اور مخلص اور امت کی صلاح وفلاح کا تجربہ رکھنے والی شخصیت تھی ، ان کی زندگی ایسی زندگی تھی ، ان کا اخلاص اور جذبۂ عمل ، ایسا طرز وطریقہ تھا کہ اس سے نئی نسل کے لوگوں کو واقف ہونا بے حد مفید ہے، اس لیے کہ انسان انسان سے ہی سیکھتا ہے ، اور رہنمائی حاصل کرتا ہے ، اور انسان کی صحبت نہ ملے تو انسان کے اعمال واخلاق کا تذکرہ اس کا ایک حد تک بدل بن جاتا ہے ، ہمیں مسرت ہے کہ ان کی سیرت اور ان کے کارنامے اور ان کی مثالی شخصیت کا تذکرہ حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی (أطال اللہ بقاءہ و عمّ نفعه) نے اپنے مفصل مضمون میں پیش کردیا ہے ، جو مختصر ہونے کے باوجود اس سلسلہ میں اچھی تصویر پیش کرتا ہے ، اس کو کتابچہ کی صورت میں شائع کرنا ایک مفید عمل سمجھتے ہوئے ان سے تعلق رکھنے والے بعض افراد نے اس کو شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے ، یہ فیصلہ بہت مبارک فیصلہ ہے ، اور انشاء اللہ اس کی اشاعت بہت مفید ثابت ہوگی۔

اس کی اشاعت کی فکر وکوشش میں عزیزی مولوی محمود حسن حسنی ندوی سلمہ کا خصوصی

حصہ رہا، اور عزیزی مولوی بلال عبدالحی ندوی سلمہ کی دلچسپی محرک بنی اور وہی اس کو سید احمد شہید اکیڈمی، دارِ عرفات، رائے بریلی سے شائع کررہے ہیں۔

مولانا مجیب اللہ صاحب ندوی اس عہد کے بڑے علماء اور فضلاء میں مانے جاتے ہیں، انہوں نے اپنے علم وفضل میں بڑی خوبیاں پیدا کرنے کے ساتھ ملت کی تعلیم واصلاح کی فکر کو بھی اپنا اہم موضوع بنایا۔ تعلیم دین کے لیے ایک بڑا مدرسہ اعظم گڑھ میں "جامعۃ الرشاد" کے نام سے قائم کیا، اور مسلمانوں کی سماجی اصلاح وترقی کے جو کام ملک میں ہوتے ہیں ان میں جذبہ کے ساتھ شرکت کی، اور رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔ تصنیف وتالیف کے ذریعہ سے بھی اسلامی ذہن اور علمی صلاحیت بنانے کا بھی کام انجام دیا۔

اب وہ بڑھاپے اور صحت کی بیحد کمزوری کے حال میں ہیں، لیکن ان کی زندگی کا جائزہ لینے سے ان کی مفید خدمات سامنے آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے انہیں بہت اجر عطا فرمائے، یہ ان کی اسی حق پسندی اور اصلاح امت کے جذبہ کی بات ہے کہ انہوں نے مولانا کرامت علی صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کی جیسی شخصیت کی سیرت کو بہت قدر دانی کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اس کو تحریری طور پر منظر عام پر لانے کی کوشش کی، یہ بھی ان کے نیک کاموں میں انشاء اللہ شمار ہوگا، جس کا ان کو اجر حاصل ہوگا۔

ان کی خواہش پر میں اپنے ان چند الفاظ کے ساتھ پیش لفظ لکھ رہا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی نیک لوگوں کی سیرت سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے، اور شریعت وملت اسلامی کے تقاضوں کی فکر کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔

و من اللہ التوفیق و لہ الحمد أولاً و آخراً۔

محمد رابع حسنی ندوی
دائرہ شاہ علم اللہ، رائے بریلی

۲۷/۰۱/۱۴۲۷ھ
۲۵/۰۲/۲۰۰۶ء

www.abulhasanalinadwi.org

حضرت مولانا کرامت علی جونپوری

ایک عظیم داعی و مصلح

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

مولانا کی ولادت ۱۸ محرم ۱۲۱۵ھ کو شہر جون پور محلہ ملاٹولہ میں ہوئی، آپ کا سلسلۂ نسب ۳۵ واسطوں سے حضرت خلیفۂ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے، آپ ابتدا ہی سے ذہین وزیرک تھے، اس لیے جملہ علوم وفنون کو بہت کم عمری میں کامل طور سے حاصل کرلیا تھا، چنانچہ بیس برس کی عمر میں آپ نے فقہ کی ایک مختصر کتاب "مفتاح الجنة" تصنیف فرمائی، جس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوگا کہ بقول ایک بزرگ "اس کا ترجمہ اٹھارہ زبانوں میں ہوچکا ہے اور سیکڑوں بار مختلف مطابع میں اس کو طبع کیا گیا، آج گھر گھر میں "مفتاح الجنة" موجود ہے۔"

مولانا مرحوم کے والد فارسی کے ماہر اور کتابت میں اعلیٰ درجہ کے خوشنویس تھے۔ مولانا کی ابتدائی تعلیم ان کے والد نے پدرانہ شفقت کے ساتھ فرمائی، پھر دیگر اساتذہ اور مشاہیر علماء کی خدمت میں رہ کر آپ نے درسیات کی تکمیل کی، علوم دینیہ مولانا قدرت اللہ ردولوی، فن حدیث مولانا احمد اللہ انامی، معقول مولانا احمد علی چڑیا کوٹی، اور علومِ تجوید قرآن سید ابراہیم مدنی اور قاری سید محمد اسکندرانی سے علماً وعملاً حاصل کیے۔

جب آپ کی عمر اٹھارہ سال کی ہوئی تو دل میں درستیٔ اخلاق واصلاح نفس کا تقاضا پیدا ہوا، کچھ پہلے سے دہلی کا ارادہ ہورہا تھا کہ حضرت سید صاحبؒ کی ہدایت کا آفتاب طلوع ہوکر ضوفشانی فرمانے لگا، جس کی روشنی دور دور تک پہنچی۔

حضرت سید صاحبؒ دہلی سے مع اپنے خاص خلفاء اور ساتھیوں کے رائے بریلی تشریف فرما ہوئے۔ رائے بریلی جونپور سے بہ نسبت دہلی کے بہت قریب ہے۔ مولانا

www.abulhasanalinadwi.org

اپنے والد محترم سے اجازت لے کر حضرت سید صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت علماء کی ایک جماعت کو وہاں موجود پایا جو سب کے سب اسی ایک دھن اور ایک ہی خیال میں محو تھے۔ مولانا علیہ الرحمۃ جونپور واپس آ کر اپنے والد اور دیگر ہم نشیں لوگوں سے نہایت ذوق اور شوق سے فرمایا کرتے، ساری تقریر کا خلاصہ یہ ہوتا کہ میں نے جو کچھ دیکھا سنا اور جو کچھ سمجھا بوجھا اور جو کچھ حسب حوصلہ پایا وہ "مالا عين رأت لا و أذن سمعت ولا خطر على قلب بشر" کا نمونہ ہے، اس سے زیادہ کہنے کی گنجائش نہیں۔

جب مولانا رائے بریلی پہنچے تو حضرت سید صاحب نے ایک ہی نگاہ اور اول ہی ملاقات میں مولانا کو پرکھ لیا اور بیعت سے مشرف فرما کر داخل سلاسل کر لیا، اول ہی ہفتہ میں فرمایا کہ "اب ہدایت کے کام میں لگ جاؤ" اور شجرۂ خلافت نامہ بتوسط حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ عطا فرمایا جو آپ کے خاندان میں اب تک محفوظ ہے۔ مولانا کا دل اس مبارک جماعت سے جدا ہونے کو نہ چاہتا تھا مگر بلحاظ "الأمـــر فـوق الأدب" اس امر کو واجب الاذا اور عین سعادت خیال فرماتے ہوئے واپسی کے لیے مستعد ہو گئے۔ ادھر پرکھنے والے مرشد نے ایسے مہمان عزیز کے جذبۂ باطنی اور اپنی کمال شفقت کے اقتضاء اور حکمت کی مصلحتوں کو مدنظر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کام تو خدا کی رحمت سے ہو گیا اور بہت جلد ہو گیا، اب بحیثیت مہمان دو چار روز اور بھی ٹھہر کر دیکھ بھال کر لو۔ آخر دو ہفتے گزر جانے پر تیسرے ہفتے رخصت فرمایا۔ آپ تبلیغ و ہدایت کا سلسلہ پہلے ہی سے جاری فرما چکے تھے، اب جونپور آ کر اس میں اور بھی سرگرم عمل ہو گئے، محلہ محلہ گھر گھر پھرتے، نماز، پردہ اور دیگر ارکان اسلام کی تلقین کرتے، اس وقت جونپور میں دن کو اذان نہ ہوتی، صرف صبح و شام و غروب کی پہچان کی غرض سے ہوتی تھی، آپ نے اس جاہلانہ رسم کی اصلاح کی اور بڑی کوششوں سے اذان و جماعت مسجدوں میں جاری کی، ساتھ ہی شہر کی جامع مسجد شاہی کی تطہیر کی فکر بھی ہوئی، جس کو سلطان ابراہیم شرقی نے نہایت خلوص سے تعمیر کرایا تھا، اس وقت وہ اہل بدعات کے دست تصرف میں تھی، اذان و نماز اور جمعہ و جماعت کے بجائے وہ دنیاوی مجالس اور شادی بیاہ کی تقاریب کے کام میں لائی جاتی تھی، بارات ٹھہرنے کے لیے اس کو استعمال کیا جاتا تھا، تعزیہ داری بھی اس

www.abulhasanalinadwi.org

میں ہوتی تھی، غرض یہ کہ ہر لہو ولعب کے لیے بطور "طلب گھر" کے اس وسیع مسجد کو آزادانہ استعمال کیا جانا ادنیٰ بات تھی، آپ کو جامع مسجد کی اس بے حرمتی کو دیکھ کر سخت قلق ہوا، اس کو قبضہ میں لانے کے لیے آپ کو مشکلات کا بھی مقابلہ کرنا پڑا، جس طرح بھی بن پڑا آپنے پانچوں وقت اذان وجماعت کا انتظام کیا، ابتدا میں خود پانچوں وقت اذان دے کر نماز پڑھتے، آپ کی جائے سکونت ملا ٹولہ سے جامع مسجد نصف میل سے زائد فاصلہ پر ہے مگر حضرت مولانا آخر شب میں جامع مسجد کو چلے جاتے، کبھی تہجد اسی مسجد میں ادا فرماتے، پھر اذان کہہ کر نماز سے فارغ ہوکر اپنے مکان واپس آتے۔

شیعہ مذہب کے بعض افراد کو جن کا مکان زیر مسجد تھا، مولانا کا یہ تصرف ناگوار ہوا، اس لیے وہ لوگ درپۓ آزار ہوئے، انہوں نے ایک باہمت پٹھان کو اس بات پر تیار کیا کہ جب مولانا فجر کے وقت مسجد میں آئیں اس وقت اندھیرا رہتا ہے، تلوار سے مولانا کی گردن اڑادے اس کے انعام کے لیے پانچ سو روپیہ کی رقم بھی سب نے مل کر فراہم کردی، غرض وہ پٹھان روپیہ کے لالچ اور انعام کے خاطر مولانا کے قتل کے لیے تیار ہوگیا اور مسجد میں جاکر کسی کونہ میں تلوار لے کر چھپ گیا، جب مولانا نماز کے لیے تاریکی میں اس طرف سے گزرے تو تلوار اٹھا کر نشانہ کرلیا اور پشت کی طرف سے وار کرنے کے لیے ہاتھ اٹھایا تو ہاتھ اوپر کا اوپر ہی رہ گیا، جب مولانا اس کی زد سے کچھ آگے بڑھے تو خاں صاحب اپنے کو بے حس وحرکت دیکھ کر پکار اٹھے کہ حضرت مجھ گستاخ کی حالت میں ملاحظہ فرماکر تشریف لے جایئے۔ مولانا آواز پاکر فوراً پلٹے، ان کی حالت دیکھی، واقعہ سنا، مولانا نے اپنے دست حق پرست کو خاں صاحب کے بازو پر پھیرا، ہاتھ اسی وقت نیچے کو اتر آیا، خاں صاحب ہمیشہ کے لیے تائب ہوکر آخر عمر تک پابند صوم وصلوٰۃ رہے۔

آپ کو جہاد بالسیف کا از حد شوق تھا، چنانچہ اسی شوق برحق نے جہاد کے لیے روانگی کا قصد کیا، تو مولانا مرحوم نے بھی آمادگی ظاہر کی، حضرت سید صاحب نے بذریعہ کشف معلوم کرلیا تھا کہ اس شخص سے خداوند کریم کو کوئی اور ہی کام لینا منظور ہے، حضرت سید صاحب نے آپ کو جہاد بالسیف کا مشورہ نہیں دیا بلکہ جہاد باللسان کے لیے حکم دیا اور فرمایا کہ تم سے خدا کو وراثۂ نبوی اور تبلیغ دین کا کام لینا منظور ہے اور تمہارے اندر اس کی استعداد ودیعت فرمادی ہے، تمہارے لیے یہ تبلیغی کام جہاد اکبر ہے اور تمہاری زبان وقلم میری ہدایت کی توسیع

www.abulhasanalinadwi.org

اور ترجمانی کریں گے۔

ٹھیک اسی زمانے میں ملک بنگال کی گمراہی اور بے دینی اپنے شباب پر تھی، بے شرع پیروں، شعبدہ باز فقیروں اور جوگیوں کا دور دورہ تھا، مسجدوں میں مویشی باندھے جاتے تھے، پردہ نام کو بھی نہ تھا، ہندوانہ مراسم ہر تقریب وتہوار میں برتے جاتے تھے، علاوہ لوگوں کی شکل وشباہت کے نام بھی ہندوانہ ہوتے تھے، ستر عورت اور لباس کی کوئی قید نہ تھی، اکثر لنگوٹی ہی میں بسر کرتے تھے، اس وقت بنگال ہر طرح کی تاریکی میں گھرا ہوا تھا، ایسے ملک میں ہدایت وتبلیغ کرنا جہاد اکبر تھا، حضرت سید صاحب فرما چکے تھے، مرشد برحق نے اپنے مخلص مرید کو اشارہ ہی اشارہ میں اس کو سمجھا دیا تھا، حضرت سید صاحب کی یہ ایک بہت بڑی روشن کرامت تھی کہ مولانا کو بنگال میں تبلیغ کا اشارہ فرما کر اہل بنگال کو صحیح معنوں میں مسلمان بنا دیا۔

حضرت مولانا جونپور میں تبلیغی کام کو ایک حد تک پورا کر چکے تھے، جامع مسجد کو اوباشوں سے پاک کر کے جمعہ وجماعت قائم کر چکے تھے، اب اپنے مرشد برحق کے اشارے سے عازم بنگال ہوئے اور جونپور سے کلکتہ پہنچنے میں تقریباً ایک ماہ صرف ہو گیا۔ کچھ روز کلکتہ میں قیام فرما کر تبلیغی کام سے فارغ ہو کر بنگال وآسام کا دورہ بذریعہ کشتی شروع کر دیا، اس وقت ریل وجہاز کی سہولتیں جیسی آج ہیں نہ تھیں، ہزاروں طرح کی دقتیں اور مشکلیں حائل تھیں، سب کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اکاون برس تک تبلیغ دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کرتے رہے، رد شرک وبدعت صبح سے شام تک کا مشغلہ تھا، ارکان اسلام کا لوگوں کو پابند کرایا، جابجا مدرسے قائم کیے، خود اپنے ہمراہ ''سفری مدرسہ'' قائم کر کے ملکی لوگوں کو تعلیم دی، طلباء کے اخراجات خود برداشت کرتے رہے، چونکہ آپ بوٹ پر سفر کرتے تھے اس لیے ایک بوٹ مدرسہ کے لیے بھی تھا، اس مدرسہ سے جو فارغ ہو کر نکلے وہ خود ایک زبردست مبلغ ثابت ہوئے، بنگال کے گوشہ گوشہ میں ان لوگوں نے مولانا کی ہدایت کے مطابق دین کی بڑی خدمت انجام دی۔

مولانا نے اپنے ایک رسالہ ''اطمینان القلوب'' میں اپنی ان کوششوں اور محنتوں اور ان کے نتائج کا مختصر مگر پُر اثر انداز میں تذکرہ فرمایا ہے۔☆

☆ ماخوذ از کاروان ایمان وعزیمت (مولفہ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ) مطبوعہ مکتبۂ اسلام لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا کرامت علی جونپوریؒ

سیرت، حالات اور خدمات

سید احمد شہیدؒ کی تحریک دعوت و جہاد سے وابستگی

حضرت سید احمد شہید رائے بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریکِ دعوت و جہاد کے فیض سے چند برسوں کے اندر کتاب وسنت کے احیاء واتباع کا جتنا رواج اور چرچا ہند و پاک اور بنگلہ دیش کے گوشہ گوشہ میں ہوا اتنا چرچا اس سے پہلے کئی صدیوں میں نہیں ہوا تھا۔ یہ کہنا شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ آج یہاں **قال اللّٰہ اور قال الرسول** کی جو آواز بھی سنائی دیتی ہے اگر تاریخی سراغ لگایا جائے تو اس کا سرِرشتہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی خانوادہ مجددیہ یا خانوادۂ ولی اللّٰہی یا سید صاحب کے سلسلۂ طلائے ناب سے ضرور مل جائے گا۔ سید صاحب کی تحریک دعوت و جہاد کا غلغلہ گو چند برسوں رہا اور وہ آپ کی اور حضرت اسمٰعیل شہید اور آپ کے دوسرے رفقاء (رحمہم اللہ اجمعین) کی شہادت کے بعد مدّھم پڑ گیا مگر دلوں اور دماغوں میں اس نے جو نقوش چھوڑے تھے وہ آج بھی جریدۂ عالم پر ثبت ہیں اور اس تحریک کے ذریعہ ایمان و یقین، علم و عمل، اتباعِ سنت اور احیائے دین کے جو چشمہائے فیض ڈیڑھ پونے دو سو برس پہلے جاری ہوئے تھے ان کے سوتے آج بھی خشک نہیں ہوئے ہیں، اور انشاء اللہ قیامت تک اسی آب و تاب کے ساتھ رواں دواں رہیں گے۔

ان چشمہائے یُمن وسعادت کے سوتے جن بزرگوں کے فیضِ نظر اور بے پناہ جد و جہد سے خشک نہیں ہونے پائے ان میں ایک مولانا کرامت علی جونپوری بھی ہیں۔ مولانا جونپوری بھی جہاد میں جانے کے لیے آمادہ تھے مگر سید صاحب نے انھیں روک کر بنگال میں دعوت و تبلیغ کے کام پر مقرر فرمایا، جس کا ذکر آگے آئے گا۔ حضرت سید صاحب نے ان کو سندِ خلافت بھی دی تھی جو آج بھی ان کے خاندان میں محفوظ ہے۔(۱)

(۱) ازراہِ عنایت مولانا ظفر احمد صاحب مدظلہ (جن کا تعلق حضرت مولانا کرامت علی صاحب ہی کے خاندان سے ہے اور وہ اس وقت اس خاندانِ والا شان کے سرپرست ہیں) نے اس سند کی نقل بھیجی تھی جو اس رسالہ کے آخر میں شامل کی جا رہی ہے۔

حضرت سید صاحبؒ کی تحریک کے اردو زبان وادب پر اثرات

مولانا جونپوریؒ نے جو دینی وعلمی یادگاریں چھوڑی ہیں ان میں ایک ''شمائل ترمذی'' کا ترجمہ بھی ہے۔ یہ ترجمہ نہ صرف دینی نقطۂ نظر سے اہم ہے بلکہ اردو نثر کی تاریخ میں اس کو اہم مقام ملنا چاہیے تھا، مگر اردو ادب کی تاریخ کا یہ افسوسناک پہلو ہے کہ اس کی تاریخ لکھنے والوں نے چند شعر موزوں کرنے والوں اور چند مضامین لکھنے والوں کو تو اردو ادب کی تاریخ میں نمایاں مقام دیا ہے مگر بے شمار علماء وصوفیاء اور خاص طور پر سید صاحب کے سلسلہ کی اردو خدمات کو نظر انداز کر دیا ہے، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ فورٹ ولیم کالج سے لے کر دلی کالج کے قیام بلکہ غالب کے عہد تک اردو ادب کا جتنا ذخیرہ ان اداروں اور بیسیوں مصنفین نے مل کر فراہم کیا اس سے کئی گنا زیادہ اردو نثر کا ذخیرہ سید صاحب کے سلسلہ کے دو چار بزرگوں مثلاً مولانا اسمٰعیل شہید، مولانا خرم علی بلہوری، مولانا سخاوت علی جونپوری، اور مولانا کرامت علی جونپوری نے فراہم کیا۔ اول الذکر مصنفین کی کتابیں اگر ہزار دو ہزار کی تعداد میں شائع ہوئیں تو ان علماء کی اردو کتابیں لاکھوں کی تعداد میں چھپیں اور بکیں، پہلے گروہ نے اگر اردو کی آواز کو کچھ خواص تک پہنچایا تو ان بوریا نشینوں نے اس کی آواز سے ہندوستان کے بچے بچے کے کان کو آشنا کر دیا۔

اس دعوت کا ایک یہ بھی فیض تھا کہ اس تحریک کے نتیجہ میں عیسائیوں، آریوں، سکھوں، اہل بدعت اور دوسرے بہت سے گروہوں نے اپنے عقائد کی تبلیغ اور عوام کے ولولۂ جہاد اور جذبۂ دعوت واصلاح کو سرد کرنے کے لیے موافقت ومخالفت میں بے شمار کتابیں لکھیں اور سب نے اردو ہی کو اپنا ذریعۂ تحریر وتقریر بنایا۔ اس طرح ہزاروں رسالوں، کتابوں اور مضامین کا انبار لگ گیا مگر تاریخ ادب اردو کے مصنفین نے اس سلسلہ کی خدمات کو تلاش کرنے کی بہت کم زحمت گوارا کی۔ سید حامد حسن صاحب قادری نے صرف اتنا لکھ کر اپنا فرض انجام دیا کہ:

> ''مولوی سید احمد بریلوی نے اردو میں کوئی کتاب نہیں لکھی۔ فارسی میں ''تنبیہ الغافلین'' لکھی ہے جس کا اردو میں ترجمہ مولوی عبداللہ نے ہگلی (کلکتہ) سے شائع کیا۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے کئی کتابیں عقائد کے متعلق

اردو میں لکھیں جن میں " تقویۃ الایمان" بہت مشہور ہے ۔ اس زمانہ میں مولانا سید احمد بریلوی صاحب کے مریدوں نے بہت سی کتابیں تبلیغ واشاعت کی غرض سے لکھیں مثلاً ترغیب جہاد، ہدایۃ المؤمنین، نصیحت المؤمنین وغیرہ" یہ کتابیں اردو کی ترقی کے سلسلہ میں شامل ہیں۔ مولوی اسمٰعیل شہید کی تقویۃ الایمان بہت صاف سلیس زبان میں ہے" (۱)

"بنگال میں اردو" کے مصنف نے مولانا کرامت علی کو اردو کا شیدائی لکھا ہے، مگر ان کے ذکر میں اتنا لکھنا کافی سمجھا ہے کہ:

"مشرقی بنگال میں اردو کے شیدائی مولوی کرامت صاحب نے مذہبی واصلاحی موضوعات پر بیشتر مفید کتابیں لکھیں۔" (۲)

ان کتابوں کو محض اتنی حیثیت دینا کہ وہ اردو کی ترقی کے سلسلہ میں شامل ہیں ایک تاریخی ظلم ہے اور اس تاریخی ظلم کے جہاں دوسرے اسباب ہیں ان میں ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ اردو ادب کی تاریخ انگریزوں کے عہد میں مرتب ہوئی، جن کو سید صاحب اور ان کے سلسلہ کے دینی و عملی کارناموں سے شدید بغض وعناد تھا اور ان کے نقشہائے دوام کو مٹانے میں انہیں لذت ملتی تھی۔ ملک میں اردو کی ترقی کا سہرا اس وقت انگریزوں اور ان کے قائم کردہ یا ان کے ہمنوا ادارے اور اشخاص کے سر باندھ دیا گیا اور انفرادی اور اجتماعی طور پر علماء و مصلحین نے اردو کی جو خدمات انجام دیں وہ نظر انداز ہوگئیں۔ خاص طور پر سید صاحب کی تحریک اور ان کے کارناموں کے بارے میں برسوں ہر طرف سناٹا چھایا رہا، اب کہیں کہیں اس کا ذکر آنے لگا ہے۔ اس سلسلہ میں اس حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ اس میں تشیع کے تعصب نے بھی حصہ لیا۔ سید صاحب کی تحریک خواجہ میر درد اور مومن خان مومن کی شاعری اور بہت سے سنی ادباء کی خدمات کو اس عصبیت کی وجہ سے نظر انداز کیا گیا۔ مولانا خرم علی کی "نصیحۃ المسلمین" اور ان کی وہ نظم جو انہوں نے کتاب کے آخر میں عورتوں اور بچوں کو یاد کرانے کے لیے لکھی تھی جس کا ایک شعر یہ ہے۔

---

(۱) تاریخ داستان اردو، صفحہ ۱۵۶۔

(۲) بنگال میں اردو صفحہ ۲۹۔

www.abulhasanalinadwi.org

خدا فرما چکا قرآن کے اندر   مرے محتاج ہیں پیر و پیمبر

یہ پوری نظم ایک زمانہ میں بچہ بچہ کی زبان پر تھی۔ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ علیہ الرحمۃ کی ''تقویۃ الایمان'' اور مولانا سلطان احمد کی ''تذکیر الاخوان'' ایک مدت تک خاص وعام ہر شخص کے مطالعہ میں رہتی تھی۔ مولانا سخاوت علی کی ''راہ نجات'' اور مولانا کرامت علی کی ''مفتاح الجنہ'' ہمارے بچپن تک گھر گھر میں پڑھی اور سمجھی جاتی تھیں۔ یہ کتابیں لاکھوں کی تعداد میں چھپیں اور شائع ہوئیں۔ یہ جملہ معترضہ بیچ میں اس لیے لانا پڑا کہ مولانا کی اردو کتابیں دینی حیثیت کے ساتھ اردو ادب کا بھی شاہکار ہیں مگر افسوس کہ اس حیثیت سے اس کے ساتھ اعتناء نہیں کیا گیا۔

اردو زبان کی ابتدائی نشو ونما میں علماء وصوفیاء کا جو حصہ رہا ہے اس کی تفصیل بہت طویل ہے اور شمائل ترمذی کے مقدمہ میں انیسویں اور بیسویں صدی کی اردو نثر کے معیار کی جو تفصیل کی گئی ہے اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اردو زبان کو علمی زبان کے ساتھ عوامی زبان بنانے میں علماء وصلحاء کا کتنا حصہ رہا ہے۔(۱)

یہاں مختصراً مولانا کے حالات زندگی لکھے جاتے ہیں اور ان کی کتابوں کے تعارف کے سلسلہ میں کچھ اور باتیں عرض کی جائیں گی۔

مولانا کا نام اور مولد ومسکن

مولانا کا اصل نام علی تھا مگر عام طور پر ان کی زندگی ہی میں لوگ انہیں کرامت علی کہنے لگے تھے۔ خود انہوں نے اپنی کتابوں کے شروع میں لکھا ہے۔

''خاکسار علی حنفی جونپوری مشہور بہ کرامت علی۔''(۲)

یہ لقب عوام نے مولانا کی ان زندہ کرامتوں کی وجہ سے عطا کیا جو دعوت واصلاح کے سلسلہ میں ان سے روزانہ صادر ہوتی رہتی تھیں۔ مولانا کے پوتے مولانا عبدالباطن صاحب مولانا کی سوانح حیات میں لکھتے ہیں:

---

(۱) مولانا کرامت علی جون پوریؒ کا ترجمہ شمائل ترمذی، جامعۃ الرشاد (اعظم گڑھ) سے طبع ہو کر سامنے آیا ہے جس میں مولانا مجیب اللہ ندوی ناظم جامعۃ الرشاد ومؤلف رسالۂ ہذا کا ایک مبسوط مقدمہ ہے اس میں تفصیل ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔(ناشر)

(۲) مفتاح الجنہ صفحہ ۶۰۔

www.abulhasanalinadwi.org

''آپ کا نام علی تھا، آپ سے بکثرت کرامتوں کا ظہور ہوا، یہی وجہ ہی کہ لفظ ''کرامت'' آپ کے نام کا جزو بن گیا۔''(۱)

مولانا کا مولد و مسکن شہر جونپور کا مشہور محلہ ''مُلّا ٹولہ'' ہے جہاں اب بھی مولانا کے خاندان کے لوگ موجود ہیں۔ ''مشاہیر جونپور'' میں ہے کہ اسی محلہ کا نام اسی خانوادہ کی سکونت کی نسبت سے پڑا۔ یہیں مولانا کی ولادت ۸ر محرم الحرام ۱۲۱۵ھ کو ہوئی۔(۲)

مشاہیر جونپور میں ہے:-

''اسلاف کرامش بعہد سلاطین اسلام خطیب جامع مسجد اور عیدین بودند، بایں وجہ جائے سکونتش ملاٹولہ (۳) مشہور شد۔''

سلسلۂ نسب

مولانا کا سلسلہ نسل ۳۵ر واسطوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

تعلیم تربیت

مولانا کی ابتدائی تعلیم و تربیت جونپور ہی میں ہوئی۔ سب سے پہلے اپنے والد مولانا ابراہیم صاحب سے بسم اللہ کی اور فارسی و ابتدائی عربی کی تکمیل کے بعد دوسرے اساتذہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا عبدالباطن صاحب لکھتے ہیں:

''علم دینیہ مولانا قدرت اللہ ردولوی مرحوم سے، علم حدیث مولانا احمد اللہ انامی سے، علم معقولات مولانا احمد علی چریاکوٹی سے، علم تجوید قرآن قاری سید ابراہیم مدنی اور قاری سید محمد اسکندر سے، علماً و عملاً حاصل کیا۔''(۴)

مولانا نے سماعت قرآن پاک کی سند بھی مولانا احمد اللہ انامی (۵) سے لی تھی جن

---

(۱) صفحہ ۴۔
(۲) نزھۃ الخواطر میں مولانا عبدالحی نے ۱۸ر محرم الحرام ۱۲۱۵ھ لکھی ہے (ناشر)
(۳) اس وقت عام طور پر علماء اور خاص کر ائمہ مساجد کو ملا کے لفظ سے یاد کیا جاتا تھا۔
(۴) مشاہیر جونپور صفحہ ۱۳۔
(۵) اس سے معلوم ہوا کہ سماع قرآن کی سند کا بھی رواج تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

کا سلسلۂ نسب مشہور قاری قرآن صحابی حضرت ابی ابن کعبؓ تک پہنچتا ہے۔ "مشاہیر جونپور" میں شاہ عبدالعزیز اور شاہ اسمٰعیل شہید سے بھی ان کے علمی استفادہ کا ذکر ملتا ہے:

"مولانا کرامت علی جملہ علوم معقول ومنقول از علمائے عصر اکتساب نمودند، از خوان علوم مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی ومولانا اسمٰعیل دہلوی ہم لقمہا بر چیدند"۔ (۱)

(مولانا کرامت علی صاحب نے تمام علوم عقلی ونقلی کو اپنے عہد کے علماء سے حاصل کیا تھا انہوں نے شاہ عبدالعزیز دہلوی اور شاہ اسمٰعیل شہید دہلوی کے خوان علم سے بھی فیض حاصل کیا تھا)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جانے سے پہلے مولانا نے دلی کا سفر کیا تھا۔ آگے لکھتے ہیں:

"فاما مسائل فقہ از بس مستحضر بود، قاری ہفت قرأت بودند، کلام مجید را بہ آواز خوش و بہ لحن پر درد خداوندی خواندند، وقتیکہ جہت حصول سعادت حج وعمرہ زیارت نبوی رفتہ بود بمکہ معظمہ قاریان آنجا مشق نمودے۔" (۲)

(مولانا کو فقہ کے مسائل حد سے زیادہ یاد تھے، سبعہ کے قاری تھے، قرآن مجید انتہائی خوش الحانی اور فطری درد وسوز کے ساتھ پڑھتے تھے۔ جب حج وعمرہ کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو وہاں کے قاریوں سے بھی مشق کی تھی)

شمائل ترمذی اور مشکوٰۃ کے ترجمہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ فن حدیث اور عربی ادب میں ان کو خاص دستگاہ حاصل تھی، خاص طور پر شمائل نبوی ﷺ کا ہر فقرہ اپنی معنویت کے ساتھ عربی ادب کا شاہ کار بھی ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جن الفاظ میں آپ کا حلیۂ مبارک اور سیرت وشمائل کی تصویر کشی کی ہے اس سے بہتر الفاظ کا انتخاب ممکن نہیں ہے۔ اس لیے اس کی معنویت کو مجروح کیے بغیر کسی دوسری زبان میں اس کا ترجمہ کرنا آسان کام نہیں تھا۔ پھر یہ علمی وادبی ترجمہ اردو نثر میں اس وقت ہوا ہے جب اردو نثر قصہ کہانی اور میر امن کے "چہار درویش" سے آگے نہیں بڑھی

---

(۱) صفحہ ۱۳۵

(۲) صفحہ ۱۳۹

www.abulhasanalinadwi.org

تھی۔ یہ ترجمہ پہلی بار ۱۲۵۲ھ مطابق ۱۸۳۳ء میں شائع ہوا۔ مولانا خط نستعلیق اور خط نسخ دونوں کے بہترین خطاط تھے، ان کو اس میں بہترین مہارت تھی کہ ایک چاول پر پوری سورہ اخلاص لکھ دیتے تھے:

"بر یک دانہ برنج یا نخود سورہ قل ھواللہ بتمامہ نوشتے۔" (۱)

(ایک چاول یا ایک چنے پر پوری سورہ اخلاص لکھ دیتے)

مولانا نے فن سپہ گری اور بنوٹ کی بھی مشق تھی اس سلسلہ میں ان کے بہت سے واقعات منقول ہیں، کچھ واقعات کا ذکر آگے آئے گا۔

مولانا کے علم وفضل پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے۔ صاحب "تذکرۂ علماء ہند" نے ان کو کثیر التصانیف لکھا ہے۔ "مشاہیر جونپور" کے مصنف نے انھیں "علماء ناموران ذات بابر کاتش"، "سرمایہ نازوافتخار جونپور بود" وغیرہ الفاظ سے یاد کیا ہے۔ ان کی تصانیف سے بھی ان کے علم وفضل کا اندازہ آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔

باطنی فیض

مگر مولانا کی حیات پُر سعادت کا دائرۂ فضل وکمال اس سے بھی آگے تھا۔ ایک طرف وہ علم وفن میں تمام علمائے عصر کے ہم عنان تھے تو دوسری طرف زہد واتقاء، اتباع سنت اور دعوت وعزیمت کی پر خار وادیوں سے نہ صرف گزرے بلکہ ان صفات ملکوتی واسوۂ نبوی میں بھی انھیں ایک ممتاز مقام حاصل تھا، اور یہ سب اثر تھا سید صاحبؒ کے فیض نظر کا۔

"وفیض وافراز مولانا سید احمد شہید اندوختند" (۲)

تذکرہ علمائے ہند کے مصنف نے سید صاحب سے ان کی بیعت کا دو لفظوں میں ذکر کیا ہے۔

"ومرید سید احمد بریلوی" (سید صاحب کے مرید تھے)

مزید تفصیل مولانا عبدالباطن جون پوری کے بیان سے معلوم ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں:

---

(۱) صفحہ ۱۳۶۔

(۲) صفحہ ۱۳۵۔

www.abulhasanalinadwi.org

''مولانا کی عمر ابھی اٹھارہ سال کی تھی کہ تزکیۂ نفس کے خیال نے زور پکڑا، اس کے لیے دلی جانے کا ارادہ تھا مگر سید احمد شہید کی شہرت ہوئی، وہ وطن سے قریب بھی تھے اس لیے ان کی خدمت میں رائے بریلی پہنچے، وہاں علماء کی ایک جماعت جس میں مولانا اسمٰعیل شہیدؒ مولانا عبدالحی جیسے سرآمد روزگار علماء بھی موجود تھے، ان کی علمی صحبت میں بھی رہے اور حضرت سید صاحب سے باطنی استفادہ بھی کیا۔ مولانا جس ذوق وشوق سے سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ سید صاحب نے پہلی ہی ملاقات میں بیعت کرلی اور ایک ہفتہ میں مقامات سلوک طے کرادینے کے بعد فرمایا کہ ہدایت کے کام میں لگ جاؤ۔ سید صاحب نے جو خلافت نامہ مولانا کو عطا کیا ہے وہ اب بھی اس خاندان میں محفوظ ہے۔''

راقم کو اس کا فوٹو مولانا ظفر احمد صاحب نے بھیجا ہے جس کی عبارت اتنے باریک فارسی خط میں ہے کہ پڑھی نہیں جاتی۔ اس پر تاریخ خلافت ۱۲۳۹ھ درج ہے۔

حضرت سید صاحب سے عقیدت وتعلق

خود مولانا کرامت علی صاحبؒ نے سید صاحبؒ سے اپنی عقیدت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

''جب دین میں طرح طرح کے فساد ظاہر ہوتے ہیں تب اللہ تعالیٰ دین کو تازہ کرنے کے واسطہ ایک شخص کو پیدا کرتا ہے اور اس کے اعوان ومددگار بہت سے ہوتے ہیں، سو اس وقت کے مجدد صاحبِ طریقت حضرت امیر المومنین سید احمد قدس سرہٗ ہوئے اور انھوں نے دین کو تازہ کیا۔'' (۱)

اسی طرح اپنی متعدد کتابوں میں اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔

مولانا ابھی کچھ دنوں اور قیام کرنا چاہتے تھے مگر سید صاحب نے فرمایا تھا کہ ہدایت کے کام میں لگ جاؤ۔ اس لیے واپسی کا قصد کرلیا لیکن ان کے ذوق وشوق کو محسوس

---

(۱) ملاحظہ ہو کتاب نور علی نور از مولانا کرامت علی جونپوریؒ

www.abulhasanalinadwi.org

کر کے سید صاحب نے فرمایا:-

''کام تو خدا کی رحمت سے ہو گیا اور بہت جلد ہو گیا اب بہ حیثیت مہمان دو چار روز اور ٹھہر کر دیکھ بھال کر لو۔''

مولانا نے یہاں اٹھارہ دن قیام کیا۔ اس دوران کئی ایک واقعے پیش آئے جن میں ایک اہم واقعہ مولانا نے اپنی کتاب ''نور علیٰ نور'' میں نقل کیا ہے:

''ایک روز اس عاجز مسکین نے حضرت عالم ربانی مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ آپ جو اس قدر میاں صاحب (۱) سے اعتقاد رکھتے ہیں اور روپے پیسے، کپڑے وغیرہ دنیاوی چیزوں کو چھوڑ کر میاں صاحب کی صحبت اختیار کیے ہیں اور آپ کے بدن پر جو کپڑا ہے اس کے سوا آپ کے پاس کہیں کپڑا ابھی نہیں، اور آپ جب میاں صاحب کے روبرو بات کرتے ہیں تو ترساں و لرزاں رہا کرتے ہیں تو للہ آپ ہم سے سچ بیان کیجئے کہ آپ نے میاں صاحب سے کیا پایا جو اپنا حال ایسا بنایا؟ تب مولانا مغفور نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں سچ بیان کروں گا (فرمانے لگے) سنو! میرا یہ حال تھا کہ میں سلوک الی اللہ اور مشاہدہ کے حاصل ہونے کا بڑا مشتاق تھا، تب میں نے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ' سے عرض کیا کہ مجھ کو آپ سلوک الی اللہ تعلیم کیجئے، اور اس سے قبل میں بہت سے ہندی اور ولایتی مرشدوں سے توجہ لے چکا تھا، مگر میرا مقصود حاصل نہ ہوا تھا۔ آپ نے مجھ کو حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ' کے پاس بھیجا، وہاں بھی چند روز توجہ لیتا رہا، مگر میرا مقصد حاصل نہ ہوا تب میں نے حضرت مولانا سے پھر عرض کیا کہ خادم حضور کی توجہ کا محتاج ہے اور حضور دوسرے مقام میں بھیجتے ہیں، ہم کو آپ خود تعلیم کیجئے۔ تب حضرت مولانا نے فرمایا کہ ''میاں! میں بڈھا ہوں اور کمزور ہوں، مجھ میں بہت دیر تک بیٹھنے کی طاقت نہیں، یہ مقصد تمہارا میر احمد صاحب (سید صاحب کو شاہ عبدالعزیز صاحب میر صاحب کہا کرتے تھے) سے حاصل ہوگا، ان سے بیعت کرو۔

(۱) عام بول چال میں حضرت سید صاحب کو لوگ میاں صاحب اور میر صاحب کہتے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

تب اس جناب کا فرمانا مجھ کو بہت شاق گزرا اور میں ناراض ہو کے چپ رہا، پھر کئی بار اور بھی عرض کیا، وہی جواب پایا۔ آخر کو بعد چند روز کے یہ واقعہ درپیش ہوا کہ میں اور حضرت میاں صاحب اور میاں محمد اسمٰعیل مدرسہ کے ایک ہی مکان میں رہا کرتے تھے۔ ایک شب کو بعد نماز عشاء کے جب ہم تینوں شخص پلنگ پر سوئے تب میاں صاحب نے فرمایا کہ مولانا! مجھ کو حضرت رب العٰلمین نے محض اپنے فضل وکرم سے بطور الہام کے خبر دیا ہے کہ فلانی تاریخ فلانے سفر میں تو جاوے گا اور فلانے مقام میں یہ ہوگا، فلانے مقام میں وہ ہوگا اور اس قدر لوگ مرید ہوں گے وعلیٰ ہذہ القیاس سب باتیں بیان کیں۔ پھر دوسرے روز بھی ایسی ہی عجیب وغریب باتیں بیان کیں۔ اسی طرح سے کئی روز تک مکہ معظمہ کے سفر اور جہاد کے سفر او رجہاد کے واقعات کا بیان بالتفصیل تمام فرمایا۔ تب ہم نے اور میاں محمد اسمٰعیل نے مشورہ کیا کہ اگر یہ سب باتیں سچ بیان کرتے ہیں کہ تو بلاشبہ یہ بہت بڑے شخص اور قطب ہیں ان سے کچھ فیض لینا بہت ضروری ہے۔ سو آؤ! کسی بات میں ان کا امتحان کریں۔ تب میاں محمد اسمٰعیل نے کہا کہ آپ ہم سے بڑے ہیں آپ ہی تجویز کر کے کسی بات میں امتحان کیجیے، آخر کو جب پھر رات کو میاں صاحب نے پکارا کہ مولانا، تب ہم نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی بزرگی میں کچھ شبہ نہیں، مگر ہم کو ان باتوں سے کیا فائدہ کچھ ہم کو عنایت کیجیے۔ تب فرمایا کہ مولانا! کیا مانگتے ہو؟ تب ہم نے کہا کہ حضرت! ہم یہی مانگتے ہیں کہ جیسی نماز صحابہ کرامؓ ادا کرتے تھے ویسی ہی دو رکعت ہم سے ادا ہو۔ یہ کہا اور میاں صاحب یکبارگی خاموش ہو گئے اور [illegible] کچھ نہ بولے، تب ہم لوگوں نے جانا کہ فقط یہ زبانی باتیں تھیں، اصل باتوں سے ان کو کچھ علاقہ نہیں۔ مگر ہمیشہ کی دوستی اور صحبت کی مروت سے ہم لوگ کچھ نہ بولے اور چپ ہو کر سو رہے، پھر آدھی رات کے کچھ قبل یا بعد میں حضرت میاں صاحب نے پکارا کہ ''مولانا!'' اس پکار سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں نے جواب میں کہا حضرت!

www.abulhasanalinadwi.org

تب فرمایا کہ ''جاؤ اس وقت اللہ کے واسطے وضو کرو، تب پھر میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں نے کہا کہ بہت خوب! اور چلا، دو تین قدم چلا تھا کہ پھر پکارا۔ مولانا! سن لو۔ میں پھر حضرت کے پاس حاضر ہوا۔ فرمایا تم نے خوب سمجھا میں نے کیا کہا؟ میں نے کہا ''اللہ کے واسطے وضو کرو۔'' پھر میں نے کہا بہت خوب، اور چلا۔ دو تین قدم چلا تھا کہ پھر پکارا اور اسی طرح فرمایا۔ اس طرح تین مرتبہ فرمایا اور تیسری مرتبہ میں وضو کرنے لگا تو ایسے حضور دل اور حق سبحانہ کے خوف سے میں نے ادب کے ساتھ وضو کیا کہ ایسا وضو کبھی نہیں کیا تھا۔ پھر وضو کر کے حضرت کے حضور میں حاضر ہوا۔ فرمایا جاؤ اللہ رب العلمین کے واسطے اس وقت دو رکعت نماز پڑھو۔ تب میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور نماز کے واسطے چلا۔ دو تین قدم چلا تھا کہ پھر پکارا اور میں حضور میں حاضر ہوا۔ فرمایا تم نے خوب سمجھا یا نہیں؟ میں نے کہا کہ بہت خوب! اور نماز کے واسطے چلا پھر تیسری بار پکارا اور ویسا ہی خوب سمجھا دیا۔ تب میں نے ایک گوشہ میں نماز شروع کی تو تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہی مشاہدہ جلال میں غرق ہوا کہ ہوش باقی نہ رہا اور اس قدر رویا کہ آنسوؤں سے ڈاڑھی تر ہو گئی اور اس قدر نماز میں غرق ہو گیا کہ دنیا کی یاد مطلق باقی نہ رہی اور نہایت خوف و لذت کے ساتھ میں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ جب دو رکعت پڑھا تو خیال کیا کہ میں نے سورہ فاتحہ نہ پڑھا تھا، پھر سلام پھیر کے دوبارہ دوسری بار نماز دو رکعت کی نیت کی پھر جب پڑھ چکا تو خیال کیا کہ فاتحہ میں سورہ ضم نہ کیا تھا۔ پھر شروع کیا۔ اس طرح ہر بار ایک ایک واجب ترک کرنے کا خیال آتا تھا اور نماز کو ناقص سمجھ کر دہراتا تھا۔ واللہ اعلم سو (۱۰۰) رکعت یا زیادہ یا کم پڑھا ہوگا، صبح صادق کا وقت قریب ہوا پھر آخر کو ناچار ہو کے سلام پھیرا اور بہت شرمندہ ہوا کہ میری استعداد اس طرح کی ناقص ہے کہ دو رکعت پوری بھی حضور دل کے ساتھ نہ پڑھ سکا اور اتنے بڑے کامل شخص کو میں نے آزمایا۔ اب اگر وہ پوچھیں کہ تم نے دو رکعت نماز اللہ کے واسطے پڑھی تو میں کیا جواب دوں گا۔

www.abulhasanalinadwi.org

میں تو حضور دل کے ساتھ جیسا کہ حق نماز پڑھنے کا ہے ویسا دو رکعت بھی نہ پڑھ سکا۔ اسی سوچ میں شرم کے دریا میں غرق ہو گیا اور اپنے قصور کا معترف ہو کے اللہ سبحانہ کے خوف سے اَستغفِرُ اللّٰہ، اَستغفِرُ اللّٰہ کہنا شروع کیا۔ جب اذان ہوئی تب مجھ کو ہوش آیا اور یاد پڑا کہ صحابۂ کرام کا یہی حال تھا کہ تمام رات عبادت کرتے اور پچھلی رات کو استغفار کرتے تھے۔ ان کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَار۔ اور سوچا کہ بلاشبہ یہ بڑے کامل مرشد ہیں کہ ان کے کلام سے میرا مقصد پورا ہوا اور جو نعمت مدتِ دراز کی محنت سے حاصل نہ ہوئی تھی سو ان کے ایک دم کے فرمانے سے حاصل ہوئی۔ پھر میں مسجد میں گیا اور قبل نماز فجر کے میں نے حضرت میاں صاحب سے بیعت کیا اور صبح کی نماز کے بعد محمد اسمٰعیل سے میں نے رات کا پورا قصہ بیان کیا۔ چونکہ وہ مجھ کو صادق جانتے تھے، انہوں نے بھی حضرت میاں صاحب سے بیعت کیا، پھر میں دن کو حضرت شاہ عبدالعزیز کے پاس گیا اور رات کا قصہ بیان کیا اور اپنے بیعت کرنے کو بیان کیا۔ آپ نے فرمایا، بارک اللہ، بارک اللہ! خوب کام کیا، میاں! تم نے میر صاحب کا کمال دیکھا؟ تب میں نے عرض کیا کہ حضرت! میں نے بہت درویشوں کی خدمت کی اور بہت طریقوں کے موافق میں نے شغل اور مراقبہ کیا میرا مقصد کبھی حاصل نہ ہوا۔ حضرت سید صاحب نے ایک بات زبان سے کہہ دی اور میں اپنا دلی مقصد پا گیا۔ حضرت! یہ کون سا طریقہ کہلاتا ہے؟ تب فرمایا کہ میاں! ایسے لوگ کسی طریقے کے محتاج نہیں ہوتے، ایسے لوگ جو زبان سے کہیں وہی طریقہ ہے، ایسے لوگ خود صاحب طریقہ ہوتے ہیں اور ایسے لوگ طریقہ نکالتے ہیں۔ حضرت مولانا کے فرمانے سے اور بھی زیادہ مجھ کو حضرت میاں صاحب کے مرشد صاحب طریقہ ہونے کا یقین ہوا اور میرا اعتقاد بھی زیادہ ہو گیا۔ اس سبب سے میں میاں صاحب کی غلامی میں حاضر

(۱) یہ واقعہ سیرت سید احمد شہیدؒ حصہ اول مصنفہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی میں بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہوں اور ان کی غلامی کے قابل بھی میں اپنے کو نہیں پاتا۔"(۱)

اطاعت مرشد اور بنگال میں دعوتی کام

حضرت سید صاحب کی یہ روشن کرامت تھی کہ مولانا جونپوری کو ان کے شوق جہاد کے باوجود بنگال روانہ کر دیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ بنگال اور آسام جیسے تاریک خطہ کا کیا انجام ہوتا۔ "سوانح حیات احمدی" مصنفہ مولوی محمد جعفر صاحبؒ، کے صفحہ ۱۴۱ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مولانا کرامت علی رحمۃ اللہ علیہ سید صاحبؒ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے، قبل معرکۂ بالاکوٹ حضرت سید صاحب نے مولانا کو ہدایت خلق اور اشاعت دین کی غرض سے ہندوستان روانہ کر دیا۔ واللہ اعلم تحقیق الحال۔

جہاد بالاکوٹ کی ظاہری ناکامی حضرت سید صاحب پر منکشف ہو چکی تھی، اس لیے سید صاحب نے مولانا سے وہی خدمت لینی چاہی جو ان کی ذات کے سائے مخصوص ومقدر ہو چکی تھی۔ جو لوگ حضرت سید صاحب کی تحریک کو ناکامی سے تعبیر کرتے ہیں وہ اگر تحریک کے معنوی اثرات، جہاد سے واپس آنے والے علماء کی احیائے سنت کی مساعی، خاص طور پر علمائے صادق پور اور مولانا کرامت علی جونپوری رحمہم اللہ کی تبلیغی مساعی پر ایک نظر ڈال لیں تو شاید وہ اپنی رائے واپس لینے پر مجبور ہوں گے۔ آگے ذکر آئے گا کہ صرف مولانا جونپوری کی وجہ سے صوبۂ بنگال جو عہد مغلیہ میں بھی مسلمانوں کی اکثریت کا صوبہ نہ بن سکا تھا وہ مولانا کرامت علی کی کوششوں سے اکثریت کا صوبہ بن گیا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب اور مولانا اسمٰعیل شہید کی صحبت علمی نے ان کو اگر علم وفضل سے آراستہ کیا تو سید صاحب کے فیض باطنی سے ان میں زہد وقناعت، ورع وتقویٰ، ایثار وقربانی اور دعوت دین واحیائے سنت کا وہ پرشور جذبہ پیدا ہوا کہ انہوں نے جونپور کی مسند درس وافتاء اور امامت وخطابت اور ذاتی عزت ووجاہت کو خیر باد کہہ کر بنگال کے گاؤں گاؤں کی خاک چھانی اور قال اللہ وقال الرسول کی صدائے پرسوز کو اہل بنگال کے کانوں سے اتار کران کے دل کی گہرائیوں تک پہنچا دیا اور اسی دیار غیر میں یہ مبارک کام کرتے ہوئے جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔

وفات

www.abulhasanalinadwi.org

۳ ربیع الاول ۱۲۹۰ھ بروز جمعہ صوبہ بنگال کے مقام رنگ پور میں مولانا کی وفات ہوئی۔ صاحب ''مشاہیر جونپور'' سید نورالدین نے ان کی تاریخ وفات ''بروز رحمت ساطع النور باد'' ۱۲۹۰ھ لکھی ہے۔ دوسری تاریخ وفات ''جناب کرامت علی جنتی'' ۱۲۹۰ھ سے نکلتی ہے۔

اب ہم مولانا کے عادات وخصائل اور ان کی تبلیغی کوششوں کی تھوڑی تفصیل پیش کرتے ہیں:

عادات وخصائل

مولانا کی ذات زہد واتقاء اور بذل وجود اور ہمت وجرأت میں اسلاف کا نمونہ تھی۔ افسوس ہے کہ مولانا کے اخلاق وعادات کے بارے میں ''تذکرۂ علمائے ہند'' اور ''مشاہیر جونپور'' میں دو چار فقروں سے زیادہ اور کچھ نہیں ملتا مگر ان مجمل بیانات سے بھی کسی قدر ان کے مرتبہ کی بلندی کی نشاندہی ضرور ہوتی ہے، تذکرۂ علمائے ہند میں ہے:

''متشرع ومتورع بودند۔'' (شریعت کے پابند اور حد درجہ پرہیزگار تھے)

مشاہیر جونپور میں ہے:-

''مولانا مردِ میدان زہد وتقویٰ صاحب بذل وہمت وسیر چشم بودند ہر کہ از نذر وفتوح آمدے بر حاجت منداں وفقرا ومساکین تقسیم کردے۔''

(مولانا زہد وتقویٰ کے مرد میدان اور بڑے اولوالعزم فیاض اور سیر چشم تھے، ان کے پاس جو نذریں ہدایا آتے تھے وہ سب غرباء ومساکین پر صرف کر دیتے تھے)

مولانا کے عادات وخصائل اور معمولات کو مولانا عبدالباطن صاحب نے قدرے تفصیل سے لکھا ہے جس کا کچھ خلاصہ یہ ہے:-

''حضرت مولانا کے مزاج میں حرارت اسلامی اور جوش ایمانی پلّے درجہ کا تھا، آپ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مقلد تھے اور تہجد سے صبح تک آپ ذکر خدا میں مشغول رہا کرتے تھے۔ نماز فجر کے بعد اشراق تک آپ مع اپنے مریدین کے مراقبہ کرتے۔ آپ کے حلقہ میں بہت لوگ بیٹھا کرتے تھے اور اس کے بعد طلبہ کو قرآن شریف با تجوید وقرآت پڑھایا کرتے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس کے بعد چائے پی کر تصانیف کے شغل میں مصروف رہا کرتے تھے اور کھانا کھانے کے بعد دوپہر کو آپ قیلولہ فرمایا کرتے تھے، ظہر کی نماز موافق مذاہب حنفی اول وقت میں اور عشاء کی نماز تاخیر کر کے ادا کرتے تھے اور عشاء کے بعد کھانا کھا کر کتابوں کی تصنیف اور کتب بینی میں مصروف رہا کرتے تھے۔ آپ رات کو بہت کم سوتے تھے اور تھوڑی دیر استراحت فراما کر تہجد کی نماز کے واسطے بیدار ہوا کرتے تھے اور آپ اکثر باوضو رہا کرتے تھے۔ آپ سنت رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے بڑے پابند تھے یہاں تک کہ مسواک قبل وضو پنج وقتہ کیا کرتے تھے اور پابند کلوخ تھے۔ عمامہ ہمیشہ باندھتے تھے، پائجامہ اونچا پہنتے تھے، موزہ کا استعمال کبھی نہیں کیا، ہاتھوں میں ہر وقت تسبیح رکھتے اور پڑھتے تھے، آپ کو پان کا بڑا شوق تھا اور حقہ سے نفرت تھی اور حقہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اس کا ترک کرنا اولیٰ ہے، اور بعد مغرب بھی آپ طلبہ کو قرأت مشق کراتے اور علم قرأت میں آپ کے ہزاروں شاگرد تھے۔ آپ سات قراءتوں کے ساتھ قرآن مجید پڑھا کرتے تھے، ابتدائے زمانہ میں آپ درسی کتابوں کو بھی پڑھا کرتے اس کے بعد علم تجوید، اس کے بعد تعلیم وذکر ومراقبہ۔ آپ کی خوراک بہت مختصر تھی اور کھانے میں کوئی تکلف تھا، قناعت ایسی تھی کہ جو کچھ سامنے آتا شکر بھیج کر اسے کھالیتے۔ آموں سے آپ کو شوق تھا۔ احقر کی بڑی پھوپھی صاحبہ فرماتی تھیں کہ آم کے فصل میں آپ کے واسطے آم کا انتظام رہتا جسے آپ کھانا کھانے کے بعد نوش فرماتے، جب فصل ختم ہونے والی ہوتی تو آم کا حلوہ گھی اور چینی کی آمیزش سے تیار کیا جاتا، آپ اسے کچھ روز تک کھاتے۔ آپ کی مہر میں ''علی جونپوری'' کھدا ہوا تھا۔ آپ اپنے نام کو اپنی تصانیف میں یوں لکھا کرتے:۔

''خاکسار علی جونپوری معروف بہ کرامت علی جونپوری آپ کی روشن تحریر عربی مثل محدثین کے سادہ اور سلیس، عام فہم، خواص پسند ہوا کرتی تھی، چنانچہ تسنیم

www.abulhasanalinadwi.org

الحرمین، براہین قاطعہ، میلاد خیر البریہ وغیرہ دیکھنے سے معلوم ہوگا۔ مولانا نے اپنی مادی و معنوی دونوں یادگاریں چھوڑی ہیں۔''

اولاد

مولانا کی کل ۱۴/اولادیں ہوئیں، ۶/لڑکے اور ۸/لڑکیاں، بڑے صاحبزادے مولانا کی زندگی ہی میں وفات پاگئے تھے، بقیہ وفات کے وقت موجود تھے۔ بڑے صاحبزادہ کا نام حافظ عبداللہ تھا۔ مولانا کے بعد ان کے اہل خاندان نے ایک مدت تک دعوت و تبلیغ کو اپنا شعار بنائے رکھا، بلکہ اب بھی کم و بیش یہ سلسلہ جاری ہے۔



www.abulhasanalinadwi.org

دعوتی وتبلیغی سرگرمیاں

دعوت وتبلیغ کا کام

ہندوستان کے علماء وصوفیہ نے ہمیشہ دعوت وتبلیغ کے خصوصی کام کو اپنا شعار بنائے رکھا اور انہی کے فیض سے پورے ملک میں اسلام اپنی اصلی حالت میں زندہ وپائندہ رہا مگر یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ مغل حکومت کے سیاسی زوال کے ساتھ ساتھ پورے ملک میں اور خصوصیت سے مسلمانوں میں جو دینی اور اخلاقی انحطاط پیدا ہو رہا تھا اس کا تقاضا یہ تھا کہ دعوت وتبلیغ کے کام کو زیادہ سے زیادہ عمومیت دی جائے اور اسے خانقاہوں اور مدرسوں سے نکال کر بازاروں اور گلی کوچوں تک پہنچایا جائے، چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنی مختلف کتابوں میں اس طرف توجہ دلائی اور اس خانوادے نے اس کو کسی قدر عملی جامہ پہنانے کی کوشش بھی کی مگر یہ سعادت حقیقتاً اسی خانوادہ کے تربیت یافتہ حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور اسی خانوادہ کے چشم وچراغ حضرت مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالحی بڈھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حصہ میں آئی جنہوں نے دعوت وتبلیغ کی ایسی مشعل جلائی کہ اس کی روشنی سے پورا ملک منور ہو گیا اور چند برسوں میں توحید خالص کا غلغلہ اور قال اللہ وقال الرسول کی آواز مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک پہنچ گئی۔ سید صاحب اور ان کے رفقائے خاص کی شہادت کے بعد گو تحریک جہاد کی جاہی تو قدرے کم ہوگئی مگر دعوت وتبلیغ کی جو شمع انہوں نے جلائی تھی انشاءاللہ اس کی پوری تابانی قیامت تک باقی رہے گی اور اس کی ایک تابندہ یادگار مولانا کرامت علی صاحب جونپوریؒ بھی تھے۔

مولانا کرامت علی جونپوری میں دعوت وتبلیغ کا جذبہ عنفوان شباب ہی سے

www.abulhasanalinadwi.org

موجود تھا مگر سید صاحب کی خدمت سے واپسی کے بعد اس جذبہ میں نہ صرف تیزی آ گئی بلکہ وہ دو آتشہ ہو گیا اور انہوں نے اس کے لیے اپنی پوری زندگی وقف کر دی اور اسی کے ہو رہے۔ ان کی دعوت و تبلیغ کی سرگرمیوں کے بارے میں ان کے معاصر تذکرہ نویسوں نے اپنی عادت کے مطابق محض چند جملے لکھے ہیں۔ مگر دوسرے ذرائع سے جو معلومات مل سکی ہیں ان سے ان کے کاموں کی وسعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

تذکرۂ علمائے ہند کے مصنف نے لکھا ہے:

"متشرع، متورع، واعظ، کثیرا لتصانیف، در ہدایت خلق بغایت کوشید خصوصا مردم ممالک بنگال از د مستفیض شدند در آں دیار طریق اسلام از یمن و برکت او خوب شیوع یافت۔"

(شریعت کے انتہائی پابند، بڑے متقی اور واعظ تھے، اپنی تصانیف اور درس و تدریس کی بہت سی یادگاریں چھوڑ گئے ہیں اور خلائق کی ہدایت کی بہت کوششیں کیں۔ بنگال کے لاکھوں آدمی ان سے مستفیض ہوئے اور اس دیار میں ان کی برکت و سعادت سے اسلام کی خوب اشاعت ہوئی)۔

مشاہیر جونپور کے مصنف نے قدرے اور تفصیل کی ہے:

"ہمت شیوع دین اسلام بروعظ و ہدایات اسلامیاں کمر ہمت چست بستہ مادام الحیات دریں شغل سترگ گزرانیدہ۔"

(اسلام کی اشاعت میں انھوں نے پورے طور پر کمر ہمت باندھی اور پھر پوری زندگی اس کار عظیم میں صرف کر دی)۔

"زیادۂ حصۂ عمر عزیز در سیاحی بلاد شرقیہ بعظمت و سربلندی بسر شد۔ در آں دیار باعث شیوع و ترقی اسلام ایں ذات مغتنمات شد۔"

(عمر عزیز کا زیادہ حصہ ملک کے مشرقی حصہ میں بسر کیا اور بڑی عظمت و عزت حاصل کی، دیار مشرق میں اسلام کی اشاعت و ترقی میں ان کی ذات مغتنم تھی۔)

مولانا کی تبلیغی سرگرمیاں دو حصوں میں منقسم ہیں، ایک کا تعلق جونپور اور اس کے گرد و نواح سے ہے، اور دوسرے کا تعلق بنگال اور آسام کے بعض علاقوں سے ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

جونپور اور اس کے گردونواح میں آپ کی اصلاح وتبلیغ کا دائرہ زیادہ تر مسلمانوں تک محدود رہا مگر بنگال میں مسلمانوں کی اصلاح کے ساتھ آپ نے غیر مسلموں میں دعوت وتبلیغ کا جو وسیع کام کیا وہ کام کوئی حکومت یا ایک پوری جماعت بھی نہ کر سکی۔ افسوس ہے کہ ان کے کارناموں کو ہندوستانی مسلمانوں کی ثقافتی تاریخ میں وہ مقام نہ مل سکا جو انھیں ملنا چاہیے تھا۔ ہندوستان کی دعوت وتبلیغ کی تاریخ میں بے شمار ایسی شخصیتیں ملیں گی جن کے کارنامے صفحۂ قرطاس پر بالکل ہی نہیں آسکے ہیں بلکہ اس راہ میں ہزاروں ایسے مردان کار ملیں گے جن کے نام سے بھی ہم واقف نہیں ہیں، اور جن لوگوں کے نام اور کارنامے تاریخ کے صفحات میں آگئے ہیں ان میں بھی بیشتر تعداد ایسی ہے کہ ان کے جتنے کارنامے ہمارے سامنے آسکے ہیں ان کے کئی گنا زیادہ کارنامے ہمارے علم میں نہیں آسکے ہیں۔ یہ ان کی بے نفسی اور اخلاص تھا کہ وہ اپنی شخصیت کو مٹا کر خدا کے دین کو زندہ کر گئے، ہندوستان میں دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں کے لیے آج بھی ان کے خاموش مگر باعزیمت طریقۂ کار میں بڑی بصیرتیں پوشیدہ ہیں۔

پہلے ہم جونپور اور گردونواح میں مولانا کی اصلاحی کوششوں کا ذکر کرتے ہیں، اس کے بعد مشرقی ہند میں ان کی تبلیغی کوششوں کی تفصیلات جو ہمیں مل سکی ہیں، کی وضاحت کریں گے۔ مولانا نے تقریباً اپنی عمر کا دو تہائی حصہ بنگال میں بسر کیا۔ مگر بنگال جانے سے پہلے اور پھر درمیان میں جب جب جونپور واپسی ہوئی آپ اصلاح حال کی فکر میں رہتے۔ جون پور، جو ایک زمانہ میں علماء اور صلحاء کا مرکز رہ چکا ہے اور ''شیراز ہند'' کہا جاتا تھا۔ جس سرزمین میں ملا محمود جونپوری اور نہ جانے اور کتنے سر آمد روزگار علماء اور صلحاء سپرد خاک ہیں، جہاں ایک زمانہ میں جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے بیک وقت کئی کئی سو علماء اور صلحاء کی پالکیاں جاتی تھیں، دو صدی کے اندر وہاں کی دینی حالت یہ ہوگئی تھی کہ ابراہیم شرقی کی بنوائی ہوئی شاندار جامع مسجد میں جمعہ تک نہیں ہوتا تھا۔ دینی احکام کی جگہ بے شمار بدعتوں اور رسم ورواج نے لے لی تھی۔ نہ صرف جونپور بلکہ اس کے قریبی اضلاع اعظم گڑھ، سلطانپور وغیرہ کا بھی یہی حال تھا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مولانا جسم وجثہ کے اعتبار سے بھی قوی ہیکل تھے اور

www.abulhasanalinadwi.org

انہوں نے فن سپہ گری بھی سیکھا تھا۔ چنانچہ انہوں نے دعوت وتبلیغ میں اپنی جسمانی طاقت اور فن سپہ گری دونوں سے بھر پور کام لیا۔ مولانا نے اس دیار میں جو اصلاحی کام کیے ان کی ایک ہلکی سی جھلک ذیل کے بیانات وواقعات سے معلوم ہوگی۔ یہ معلومات اور بیانات مولانا کی بعض تصنیفات اور ان کے پوتے مولانا عبدالباطن صاحب کی بعض کتابوں سے لیے گئے ہیں۔

ذکر آچکا ہے کہ مولانا کے اندر دعوت واصلاح کا جذبہ عنفوان شباب ہی سے تھا اور حضرت سید صاحبؒ کی خدمت سے واپس آکر تو بالکل اسی کے ہو رہے، محلہ محلہ جاکر نماز روزہ کی تاکید کرتے، لوگوں میں جو بدعات اور رسومات رواج پاگئی تھیں ان کے خلاف وعظ کہتے تھے، بعض محلوں میں اذان وجماعت شروع کی تو لوگ کہتے تھے کہ یہ دن کے وقت اذان کیسی؟ مولانا عبدالباطن صاحب لکھتے ہیں:-

"مولانا اپنے مرشد سید صاحب سے رخصت ہوکر اپنے وطن جونپور تشریف لائے۔ چونکہ آپ تبلیغ وہدایت خلق کا سلسلہ پہلے ہی سے جاری فرما چکے تھے، آپ جونپور آکر اس کام میں اور بھی سرگرم عمل ہو گئے اور محلہ محلہ اور گھر گھر پھرتے، نماز روزہ اور دیگر ارکانِ اسلام کی تلقین وتاکید فرماتے۔ اس جونپور میں دن کو اذان نہ ہوتی صرف صبح وشام کو طلوع وغروب کی پہچان کی غرض سے بطور رسم اذان ہوا کرتی۔ آپ نے اس جاہلانہ رسم کی اصلاح کی اور بڑی کوششوں سے پانچوں وقت اذان وجماعت مسجدوں میں جاری کرائی۔ غیر اللہ کے نام پر منتیں ماننا، اور دیگر مشرکانہ رسوم میں لوگ بکثرت مبتلا تھے، شادی وغمی کے موقع پر ہندوانہ رسوم برتے جاتے تھے، ان سب برائیوں اور معصیتوں سے لوگوں کو وعظ ونصیحت کے ذریعہ باز رکھا، عوام بھی مولانا کی جدوجہد دیکھ کر متاثر ہوتے اور مطیع فرماں بردار بن جاتے۔ اس سرعت کے ساتھ مولانا کی یہ کامیابی حضرت سید صاحب کی دعا کی برکت کے سبب تھی۔" (۱)

"مسلمانانِ جونپور کے دینی تحفظ اور ان کے دین پر ثابت قدم رہنے

---

(۱) صفحہ ۴۶۔

www.abulhasanalinadwi.org

کے خیال سے مولانا نے جامع مسجد جونپور میں بعد نماز جمعہ وعظ کا سلسلہ قائم کیا کہ ہر ہفتہ دین کی باتیں سننے سے لوگوں کی استقامت میں پختگی ہوئی۔ نماز جمعہ وعظ و نصیحت کا جو سلسلہ قائم فرمایا تھا وہ ہمیشہ کا معمول ہو گیا اور اس سے اہل جونپور کو بہت کچھ فائدہ ہوا۔ یہی سبب ہے کہ جونپور کے عوام دینی سمجھ میں بہت غنیمت ہیں۔" (سوانح مولانا کرامت علیؒ)

"خود مولانا کرامت علی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب زاد التقویٰ میں جونپور کی دینی حالت کے بارے میں لکھا ہے۔

"اور مسجدوں کا یہ حال تھا کہ لوگ ناچ کرواتے اور ہندوؤں کی بارات اترتی اور شراب پیتے تھے۔" (زاد التقویٰ)

وہاں کی جامع مسجد کی جو حالت تھی اس کو اس دور کے ایک مشہور شاعر منشی عبدالمجید صاحب داغ نے نظم کر دیا ہے جس کے چند اشعار یہ ہیں:

جو مشہور کعبہ کے حالات ہیں ۔۔۔ تھی اس سے بھی کچھ اس کی حالت روی
مویشی یہاں باندھتے تھے کسان ۔۔۔ وہاں تو بتوں ہی کی بھرمار تھی
یہاں لید و گوبر کا انبار تھا ۔۔۔ وہاں تو صفائی تھی ہر طرح کی
وہاں تھا نہ اس طرح فسق و فجور ۔۔۔ عبادت ہی تھی گو بتوں ہی کی تھی
یہاں برخلاف اس کے اندھیر تھا ۔۔۔ بُرے کاموں کی سارے مرکز یہ تھی

وہ مسجد جو سلطان اولیاء عیسیٰ تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد سے شاہ ابراہیم شرقی نے تعمیر کرائی تھی جس میں خود شیخ نماز پنجگانہ ادا کرتے تھے جس میں علماء کی نو سو پالکیاں نماز جمعہ کے لیے آیا کرتی تھیں، اس کا یہ حال تھا تو دوسری مسجدوں کی حالت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مولانا برابر اس کوشش میں تھے کہ کسی طرح پھر سے یہ مسجد آباد ہو جائے۔ اہل بدعت جن کے لیے دن کی اذان تک نامانوس تھی اس میں جمعہ یا جماعت کو کب برداشت کر سکتے تھے مگر مولانا نے خدا کے اعتماد پر اس میں دوبارہ جمعہ قائم کر دیا۔ پہلا جمعہ جب آپ نے اس میں ادا کیا تو صرف پانچ آدمی شریک تھے، ایک مولانا اور ان کے چچا شیخ امیر اللہ صاحب اور محلے کے تین اور مخلص آدمی۔ مولانا کے پوتے مولانا ابو البشر صاحب راوی ہیں کہ اس زمانہ میں مولانا کے اتنے دشمن ہو گئے تھے کہ ان کی جان

www.abulhasanalinadwi.org

کو بھی خطرہ تھا چنانچہ آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی مگر اللہ نے محفوظ رکھا۔ ایک بار کا واقعہ مولانا خود بیان کرتے ہیں:-

"ایک دن میں منشی امام بخش صاحب رئیس جونپور کے مکان کے قریب سے گزر رہا تھا کہ مجھ کو جاتے ہوئے ایک بوڑھی عورت نے دیکھ لیا اور وہ اس وقت ہانڈی لے کر دھونے نکلی تھی، جب وہ میرے پاس پہنچی تو یہ کہہ کر ہانڈی کھینچ کر پھینک ماری کہ یہی وہ نیا مولوی ہے جس نے دن کو اذان دلائی ہے۔" (۱)

"اس فقیر نے دین جاری کرنے میں جس قدر کوشش کی ہے اور تکلیفیں اٹھائی ہیں اور اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ملک ملک پھرتا رہا اور قرآن شریف لکھ کر اور تجارت کر کے اپنا خرچ چلاتا رہا یہاں تک کہ سفر سے آ کر سواری کا خرچ قرض لے کر ادا کرتا تھا اور جس مقام میں جاتا تھا وہاں اکثر مقام میں جان کا خوف رہتا تھا اور فقیر اس وقت ہتھیار بند رہتا تھا۔" (اطمینان قلب)

مولانا کو دعوت و تبلیغ کے جرم میں کئی بار قتل کرنے کی کوشش کی گئی مگر وہ اپنے فن سپہ گری سے ہر بار بچ نکلے۔ مولانا مرحوم نے جو سنتیں زندہ کیں خدا کا شکر ہے کہ بڑی حد تک وہ آج تک جاری ہیں۔ جونپور جو ایک دوصدی پہلے مدارس عربیہ کا سب سے بڑا مرکز اور "شیراز مشرق" کہا جاتا تھا، وہاں اب علم دین کے اعتبار سے ہر طرف سناٹا تھا، مولانا نے علم دین کی اشاعت کے لیے مدرسہ حنفیہ اور مدرسۃ القرآن جاری کیے۔ اول الذکر کے سب سے پہلے مدرس مولانا عبدالحی (۲) لکھنوی کے والد محترم مولانا عبدالحلیم صاحبؒ ہوئے۔ خود مولانا عبدالحی صاحب کی حفظ قرآن کی تعلیم یہیں شروع ہوئی۔ خدا کے فضل سے یہ دونوں مدرسے جاری ہیں، مگر یہ مدرسے تو اب نام کے رہ گئے ہیں البتہ دوسرے مدارس نے ان کی جگہ لے لی ہے۔

جونپور کے نواحی میں کام کرنے کے بعد سید صاحبؒ کے ارشاد کے مطابق بنگال تشریف لے گئے اور جب تک آپ بقید حیات رہے وہاں دعوت و تبلیغ کا کام

---

(۱) صفحہ ۳۲۔

(۲) مولانا عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی رحمۃ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ)۔

www.abulhasanalinadwi.org

کرتے رہے۔

بنگال اور آسام میں دعوت وتبلیغ کا کام

مولانا نے ۷۵ رسال کی عمر پائی جس میں تقریباً ۵۱ رسال بنگال اور آسام اور ان کے قرب وجوار میں دعوت وتبلیغ کا کام کرتے ہوئے گزارے۔ مولانا کے بعض بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا قدم جزائر تک بھی گیا ہے۔ اس درمیان ایک دوبار جونپور بھی آنا ہوا مگر یہاں زیادہ مدت تک قیام نہ رہ سکا۔ مولانا نے اصلاح وتبلیغ کا جو وسیع کام بنگال وآسام میں کیا اس کی پوری تفصیل ہمارے سامنے نہیں آسکی (۱) مگر بعض تذکرہ نگاروں اور بعض دوسرے بیانات سے ان کے کام کی وسعت اور سعی مشکور کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ مشاہیر جونپور میں ہے:

''درملک بنگالہ لکھوکھا مردم دست گرفتہ ایشانند شاید قریہ وبلدہ باقی بنودے کہ دراں مریداران ومستفیضان فیض نماندے''۔(۲)

(بنگال میں لاکھوں آدمی مولانا کے حلقۂ ارادت میں داخل ہیں، کوئی شہر اور کوئی بستی باقی نہ ہوگی جہاں مولانا کے ارادتمند اور فیض یافتہ موجود نہ ہوں)۔

تذکرۂ علمائے ہند کے مصنف کا بیان اوپر آچکا ہے۔ چند جملے اور ملاحظہ ہوں:

''درہدایت خلائق بعنایت می کوشید خصوصاً مردم ممالک بنگالہ ازو مستفیض شدند دراں دیار طریق اسلام ازیمن وبرکت او خوب شیوع یافتہ''(۱)

---

(۱) کشکول باطن کی بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا کے ہاتھ پر تقریباً ایک کروڑ آدمیوں نے اسلام قبول کیا یعنی بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت مولانا ہی کی سعی تبلیغ کا نتیجہ ہے۔ اس روایت میں ممکن ہے کہ کچھ مبالغہ ہو مگر یہ تو واقعہ ہے کہ مشرقی بنگال کو مسلمان صوبہ بنانے میں مولانا کی کوششوں کا بڑا دخل ہے۔ الحاج محمد اجمل خان ایم، اے اپنی کتاب ''سوانح حیات خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ''۔ میں لکھتے ہیں: اور زوال سلطنت اسلامیہ کے باوجود بلکہ اس کے بعد کثرت سے مسلمان ہونا شروع ہوئے کہ مشرقی بنگال پورا پورا مسلمان ہو چکا ہے۔ یہ کوشش صرف جونپور کے ایک بزرگ کی تھی جنہوں نے تھوڑے ہی دنوں میں ایک کروڑ سے زیادہ غیر مسلموں کو مسلمان بنادیا۔ آپ کا نام نامی مولانا کرامت علی صاحب جونپوریؒ تھا۔ (صفحہ ۸۴ بحوالہ روایت مولانا عبدالباطن صاحب) ہے۔

(۲) مشاہیر جونپور۔ صفحہ ۳۶۔

www.abulhasanalinadwi.org

(مخلوق کی ہدایت میں حد درجہ کوشاں رہتے تھے، خصوصیت سے بنگال کے لوگ بہت زیادہ ان سے مستفیض ہوئے، اس دیار میں ان کی برکت سے اسلام کی خوب اشاعت ہوئی)۔

مولانا نے دو درجن سے زیادہ تصانیف چھوڑی ہیں مگر ان کی للّٰہیت وکسر نفسی تھی کہ اپنی مساعی جمیلہ کا کسی کتاب میں مفصل ذکر نہیں کیا ہے، جا بجا دو چار جملے مل جاتے ہیں جن سے کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے، ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

''فقیر کا حال تو یہ ہے کہ ہندوستان سے کلکتہ اور چاٹگام سے سندیپ (۲) تک اور ڈھاکہ سے سلہٹ تک سارے شہر اور گاؤں میں جو دیار مشرق میں ہیں ہمیشہ سیر کرتا اور محافظتِ دین کرتا پھرتا ہے اسی کام میں پچاس برس سے زیادہ مدت گزر گئی۔'' (مرادالمریدین)

مولانا پہلی بار ۱۲۵۰ھ میں جونپور سے کلکتہ روانہ ہوئے، اس سفر کی مختصر روداد سنیے، اوپر ذکر آچکا ہے کہ شوق کے باوجود حضرت سید صاحبؒ نے جس طرح مولانا محمد علی رامپوری اور مولانا ولایت علی عظیم آبادی کو تحریکِ جہاد کی شرکت سے روک کر معرکہ بالاکوٹ سے پہلے ہی دعوت وتبلیغ کے کام کے لیے ہندوستان کے مختلف خطوں میں روانہ فرمادیا تھا، اسی طرح مولانا کرامت علی صاحبؒ کو اپنے یہاں مختصر قیام کے بعد واپس کردیا اور ان کے لیے مشرقی ہند کا خطہ منتخب کیا۔ رخصت کرتے وقت فرمایا کہ ''ہدایت کے کام میں لگ جاؤ۔'' مرشد کی ہدایت کے مطابق مولانا نے کچھ دن جونپور اور اس کے نواح میں اصلاح کا کام کرکے بنگال وآسام کا قصد کیا، جونپور سے روانہ ہوئے تو پہلی منزل کلکتہ ہوئی۔ جونپور سے کلکتہ میں تقریباً ایک ماہ لگ گیا (۳)، کلکتہ میں حضرت سید صاحب کے متعدد خلفاء ومتوسلین مثلاً مولانا وجیہہ محدث مدرس اول مدرسہ عالیہ،

---

(۱) صفحہ ۱۷۱۔

(۲) جزائر ہند کے جزیروں میں ایک جزیرہ۔۱۲

(۳) مولانا کے اہل خاندان اور خود مولانا کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا مع اہل وعیال روانہ ہوئے اور ہمیشہ اہل وعیال کی ساتھ رہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا اس سے پہلے بھی اس دیار کا سفر کر چکے تھے ورنہ ایک اجنبی جگہ مع اہل وعیال سفر کرنا ظاہری طور پر کسی طرح سمجھ میں آ سکتا گو کہ اللہ والوں کا معاملہ بالکل جدا ہوتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا حافظ جمال الدین صاحب، مولانا قاضی عبدالباری موجود تھے۔ مولانا کی آمد سے ان حضرات کو بے حد مسرت ہوئی۔ کئی دن کلکتہ میں مولانا کا وعظ ہوتا رہا جس کا عوام وخواص دونوں پر بڑا اچھا اثر ہوا پھر یہیں سے مولانا کے مشرقی بنگال کے تبلیغی دورے کا پروگرام بنا۔ مشرقی آسام اور بنگال میں مولانا کے دوروں اوران کے کاموں کی تفصیلات بہت طویل ہیں۔ مولانا عبدالباطن صاحب کی زبانی مختصر روداد درج ذیل ہے:-

''حضرت مولانا جونپوری نے کلکتہ سے فارغ ہوکر بنگال وآسام کا دورہ بذریعہ بوٹ (دخانی کشتی) شروع کیا۔ اس وقت ریل وجہاز کی سہولتیں جواب ہیں بالکل نہ تھیں جیسا کہ ذکر آیا ہے کہ جونپور سے کلکتہ پہنچنے میں ایک ماہ لگ گئے۔ سفر میں ہزاروں قسم کی دقتیں اور رکاوٹیں حائل تھیں، ہر مشکل وآزمائش کا مقابلہ مردانہ وار کرتے ہوئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں دشمنانِ دین اور مخالفین شریعت کہیں کہیں راہ میں روڑے بن کر آتے۔ سید صاحبؒ کی دعائے خاص اور مولانا کے خلوص نیت کی برکت نے تبلیغی کام میں کہیں رکاوٹ اور تزلزل پیدا ہونے نہ دیا، رفتہ رفتہ دشمن دوست اور مخالفِ شریعت پابند شریعت ہوگئے۔ مولانا کا صبح وشام کا مشغلہ رد شرک وبدعت تھا جس کو تقریر وتحریر سے ظاہر فرماتے رہے، اس طرح ارکان دین اور احکام شریعت کو بسط کے ساتھ لوگوں کو سمجھاتے اور اس کا پابند کرنے کی کوشش کرتے، جس جگہ مسجد نہ ہوتی وہاں مسجد بنانے میں جدوجہد فرماتے، جس جگہ مدرسہ یا مکتب کی ضرورت سمجھتے وہاں مدرسہ ومکتب قائم کراتے تاکہ لوگوں میں دینی ترقی کی بنیاد مستحکم ہو اور ہدایت وتبلیغ کی جڑیں مضبوط اور دیرپا ہوں جس کا واحد ذریعہ دینی علم اور مدرسہ ہے۔ اس ضمن میں بے شمار غیر مسلم آپ سے متاثر ہوتے اور حلقہ بگوش اسلام ہوتے جاتے۔''

سفری مدرسہ

حضرت مولانا کا سارا وقت اور سارا سال دورہ وسیاحت میں صرف ہوتا تھا، اس لیے ضرورت وقت کی بنا پر اپنے ہمراہ سفری مدرسہ قائم کیا جس میں مقامی باشندوں کو

www.abulhasanalinadwi.org

تعلیم وتدریس کے ذریعہ پابند عمل وعقائد بنا کراور احکام شریعت سے خوب واقف کرا کر اطراف وجوانب میں اعلائے کلمۃ اللہ اور دعوتِ حق کے لیے بھیجتے۔ اس سفری مدرسہ کے سارے اخراجات نیز طلبہ کے مصارف خوراک کے مولانا خود کفیل ہوتے، چونکہ آپ بوٹ کے ذریعہ دریائی سفر کرتے اور اہل وعیال بھی ہمراہ ہوتے اس لیے ایک بوٹ مدرسہ کے لیے بھی مخصوص تھا جس پر ظاہری تعلیم، درستگیٔ اخلاق واخلاص اور ذکر واذکار کا طریقہ اور مقاماتِ سلوک کی بھی تعلیم ہوتی تھی۔ اس سفری مدرسہ سے جو حضرات فارغ ہوکر نکلے وہ خود ایک زبردست داعی ومبلغ ثابت ہوئے۔ ان صحبت یافتہ مبلغوں نے بنگال کے گوشہ گوشہ میں مولانا کی ہدایت کے مطابق اوران کے بتائے ہوئے دستور العمل کے موافق دین اِسلام کی بہت مفید خدمات انجام دیں جن کا مبارک اثر آج تک باقی ہے۔ غالباً غیر مسلموں تک پہونچنے میں یہی لوگ سب سے بڑا ذریعہ بنے۔

یوں تو مولانا نے پورے بنگال اور آسام میں دعوت وتبلیغ کا کام کیا مگر چند ضلعے آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کا خاص مرکز رہے ہیں، ڈھاکہ، میمن سنگھ، رنگ پور، دیناج پور، فرید پور، بریسا۔ آسام میں گوالپاڑہ، کامروپ، دھوبڑی وغیرہ خاص طور پر نواکھائی میں مولانا کا کام سب سے زیادہ تھا۔ مولانا عبدالباطن صاحب اپنے سفر کے تاثرات ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:۔

> "احقر نے متعدد بار اضلاع بنگال ڈھاکہ، میمن سنگھ، رنگ پور دیناج پور، بریسال، فرید پور تیرہ، واضلاع آسام میں گوالپاڑہ، کامروپ، دھوبڑی کے دیہاتوں کی سیاحت کی، تو ہر جگہ مولانا کی اصلاح وتبلیغ کا اثر پایا۔ بہت سے مقامات پر دورانِ سیاحت میں احقر کا گزر ہوا تو لوگوں نے بتایا کہ اس اطراف میں فلاں بزرگ کو مولانا کرامت علی صاحب نے اپنا خلیفہ اور نائب بنا کر بھیجا تھا، ان بزرگ سے دیس کو بہت ہدایت ملی۔ خاص طور پر نواکھائی کا پورا ضلع مولانا کے حلقۂ اثر میں تھا۔

نواکھائی میں سید صاحب کے ایک خلیفہ حضرت مولانا امام الدین صاحب پہلے سے موجود تھے اور انہی کے ایماء سے مولانا نے نواکھائی کو اپنے کام کا خاص مرکز بنایا۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس کی کچھ تفصیل مولانا کے پوتے کی زبانی سنئے:

''پھر نواکھائی کی طرف یہ تحریک اپنے پیر بھائی ولی کامل شیخ طریقت حضرت مولانا امام الدین صاحب مرحوم سوادارامی جواجلۂ خلفاء سید صاحب ہیں پہنچی۔

پہنچنے پر حضرت مولانا جونپوری سے باشندگان نواکھائی بڑی عقیدت ومحبت سے پیش آئے اور جلد مطیع وفرماں بردار ہوگئے اور صحیح معنوں میں نمونۂ انصار بن گئے اور مثل پروانہ مولانا پر نثار ہونے لگے اور مولانا کی خدمت گزاری کو سرمایۂ آخرت میں شمار کرنے لگے، تو مولانا ان لوگوں کے حسنِ اخلاق سے بہت خوش ہوئے، آپ کی مسرت اور دعا کا اثر آج تک نواکھائی اور اس کے سارے ضلع میں باقی ہے چنانچہ آج بھی باشندگان نواکھائی بہ نسبت اور اضلاع کے پابند شریعت اور اسلامی لباس کے شیدا ہیں۔ اس ضلع میں بکثرت مدرسے موجود ہیں، نمازیوں سے آباد مسجدیں آپ کو گاؤں گاؤں میں ملیں گی، غریب گھرانہ بھی پردۂ شرعی کا پابند ملے گا، ایک مکان سے دوسرے مکان میں جانے کے لیے پالکی اور کشتی کے علاوہ برقع کا رواج ہے، غریب، چادر اور چھتری کو استعمال میں لاتا ہے، نواکھائی ضلع میں غسل کرنے کے لیے تالاب بنے ہوئے ہیں، عورتوں کے لیے یہ انتظام دیکھ کر دل بہت خوش ہوا کہ ان کو بے پردگی سے بچانے اور عزت وعصمت قائم رکھنے کے لیے بانس کی ٹٹی کی بنی کشادہ سرنگ بناتے ہیں جس کا تعلق زنانہ مکان سے تالاب تک ہوتا ہے، عورتیں اس سرنگ کے اندر سے بے تکلف تالاب میں آکر غسل کرتی ہیں کہیں سے سامنا نہیں پڑتا۔ دین کی اہمیت ومحبت نے اس مشکل کام کو کتنا آرام دہ اور آسان بنادیا! مسلمانان نواکھائی کا یہ طریقہ نمونۂ عمل ہے۔ اس ضلع کے بچہ بچہ تک ''السلام علیکم'' جیسی بڑی سنت کے پابند ہیں۔ علماء وفضلاء اور طلبہ کی تعداد بھی اس ضلع میں نسبتاً اور اضلاع کے بہت زیادہ ہے، بنگال اور آسام کے اضلاع میں نواکھائی کے

www.abulhasanalinadwi.org

مبلغین و مدرسین دینی خدمت انجام دے رہے ہیں اور حضرت مولانا کی ہدایت کی توسیع میں لگے ہوئے ہیں۔

احقر نے متعدد بار اضلاع بنگال اور اضلاع آسام کے دیہاتوں میں سیاحت کی تو سب جگہ نواکھائی کے مولی صاحبان کو دینی خدمت میں تن دہی وانہماک سے کام کرتے ہوئے پایا۔ دیہاتوں میں ان لوگوں نے مدرسے و مکتب قائم کیے، مسجدوں کو جمعہ و جماعت سے رونق بخشی؛ بچوں کو قرآن پاک وضروری مسائل دینیہ سے واقف کرایا، قرآت کی مشق کرائی۔ یہ سب حضرت مولانا کی تعلیم ودعا کی برکت کا اثر ہے۔ اس ضلع میں سمندر کے وسط میں ایک جزیرہ ہے جس کا نام سندیپ ہے۔ جس زمانہ میں احقر کا سندیپ جانا ہوا تھا تو معلوم ہوا کہ اس جزیرہ میں سات سو علماء موجود ہیں، اسی جزیدہ میں والد محترم مولانا حافظ عبدالاولؒ (فرزند گرامی حضرت مولانا کرامت علی جونپوریؒ) پیدا ہوئے۔ اس جزیرہ کے علماء اور ان کی علمی ترقی، عوام اور ان کی اخلاقی ترقی و مہمانوازی کا کچھ حال حضرت والد محترم مرحوم نے اپنے عربی کے ایک رسالہ "مجلة الاديب لرحلة التهذيب" میں تحریر فرمایا ہے جو لائق دید ہے۔

اس زمانہ میں بنگال میں ایک جگہ سے دوسری جگہ آنے کے لیے کشتی کا استعمال ناگزیر تھا، مولانا کے ساتھ اہل وعیال اور طلبائے علوم دینیہ کا بھی ایک جم غفیر رہتا تھا۔ ان سب کے لیے کشتی کا انتظام کرنا پڑتا تھا، اس پر مولانا کو روزانہ سیکڑوں روپے خرچ کرنے پڑتے تھے جس کی وجہ سے بسا اوقات مقروض ہو جاتے تھے اور کبھی کبھی سخت عسرت وتنگدستی کا سامنا ہو جاتا تھا۔"

کئی جگہ مولانا نے اپنی کتاب میں ان دقتوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

"اب کی بار سفر میں چند روز کچھ تکلیف ظاہری ایسی ہوئی تھی کہ بعضے ہمراہیوں کو کچھ وسواس آ گیا تھا مگر ہم کو اللہ تعالیٰ نے استقامت کے

www.abulhasanalinadwi.org

ساتھ رکھا تھا۔" (مرادالمریدین)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"اس فقیر کے ساتھ کئی بوٹ ہیں اور ایک سو روپیہ ہر روز کا خرچ ہے اور بعضے مقام سے لوگ دعوت کر کے فقیر کو لے گئے اور دس روز میں ہزار روپیہ خرچ کرنا پڑا اور ان لوگوں نے نہ سمجھا اور فقیر مقروض ہو گیا۔" (مرادالمریدین)

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے اندر کتنی دینی غیرت تھی، ان کی دینی غیرت اور توکل نے یہ گوارا نہ کیا کہ اپنے داعیوں سے ضروریات کے لیے زبان کھول دیتے، حالانکہ مقروض ہو گئے تھے، اس وقت کا ایک ہزار اس وقت کے پچاس ہزار کے برابر ہیں"

دعوتی کام میں دقتیں اور مشکلات

مولانا نے بنگال و آسام میں کئی دقتوں اور مشکلوں سے دعوت دین کا کام انجام دیا، اس کی پوری تفصیل تو ہمارے سامنے نہیں ہے مگر مولانا کے پوتے مولانا کی سوانح حیات کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

"جس وقت مولانا کی تشریف آوری بنگال میں ہوئی تو آپ نے دیکھا اور سنا کہ بہت سے مقاموں میں اسلام صرف نام کا رہ گیا ہے اور وہاں تبلیغ کی سخت ضرورت ہے، اس وقت مولانا نے ان مقامات کا دورہ خصوصیت کے ساتھ فرمایا اور جو جو مشکلیں پیش آتیں ان سب کو صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کرتے ہوئے ہدایت فرماتے، وعظ سناتے اور احکام شریعت بتلاتے رہتے، سخت سے سخت تکلیف نے بھی آپ کو ارادہ وعزم سے ہٹنے نہ دیا، مصائب و مشکلات کے پہاڑ سے آپ نے ٹکر لی، مگر آپ کے قدم ہمیشہ ثابت قدم رہے بلکہ دین کے لیے سرفروشانہ رفتار اور بھی تیز تر ہو گئی۔ مولانا کے پرانے خادم سے سنا گیا کہ بعض مقاموں میں مولانا کو سخت تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں، کہیں کہیں فاقے کرنے پڑے، کسی مقام پر صرف کدو جوش دے کر فاقہ توڑا گیا، ایک مقام پر کئی دن تک صرف کدو ابال

www.abulhasanalinadwi.org

کر گزر کی گئی۔ حضرت مولانا اور ان کے ہمراہیوں کو ان حالات میں برکات اخروی کا مشاہدہ ہوا، بعض جگہ دشمنان اسلام اور خلاف شرع پیروں نے مولانا کو ہلاک کرنے کی ناپاک کوشش کی، آپ بطور احتیاط اعدائے دین کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے بوٹ کو ساحل دریا سے دور لنگر انداز کرتے اور بنگلہ ترجمان کے ذریعہ بنگلہ زبان میں مسائل دینیہ لوگوں کو بتلاتے، جہلاء اور پابندِ رسوم عوام ان لادینی احکام و مسائل کو دینی بات اور اپنی رسومات اور عقیدے کے خلاف تصور کر کے دشمنی اور ایذارسانی کے لیے کمربستہ ہو جاتے اور کنارۂ دریا سے بوٹ پر پتھر اور ڈھیلے مارتے، طرح طرح کی ایذا پہنچانے کی کوشش کرتے۔ اسی طرح کے واقعے مولانا کو سفر بنگال میں متعدد مقاموں میں پیش آتے رہے، جب اہل بنگال دو چار روز ان دینی باتوں کو دور سے سنتے اور مولانا کے استقلال اور اسلامی جاہ و جلال کو دیکھتے تو یہ سمجھ کر کہ یہ شخص بے غرض ہم لوگوں کو ایسے ہی باتوں کی تعلیم کرتا ہے جس میں ہمارا فائدہ اور خیر خواہی ہے، ایک ایک دو دو کر کے بوٹ پر آتے اور توبہ کرتے، داخل بیعت ہوتے اور تابع فرمان شریعت بن جاتے۔ اس وقت مولانا نے اصلاح کا صرف ایک ہی پہلو پیش نظر رکھا تھا کہ لوگوں کو نرمی کے ساتھ سمجھا کر شرک سے توبہ کراتے، کلمہ پڑھوا کر سنتے اور اس کی تصحیح فرماتے، اس کے معنی سمجھاتے اور درستگی اعتقاد کی پوری کوشش فرماتے کہ دین کی بنیاد اسی پر قائم ہے، اس طرح ارکان اربعہ، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، پر بیعت لیتے اور اس پر پابندی کا اقرار لیتے جب اس طرح اصلاح و ہدایت ہو چکتی تو پھر رسومات جہالت اور بدعتوں کی تردید فرما کر سنت کی حقیقی شاہراہ پر لا کر کھڑا کرتے، اس مقام پر پہنچ کر وہ صحیح العقیدہ اور پختہ مسلمان بن جاتا۔

اسی سلسلۂ ہدایت میں آپ کا گزر ایک ایسی بستی میں ہوا جہاں ایک مسلمان زمیندار بڑا ظالم اور عالموں کا دشمن رہتا تھا۔ اس نے بعض عالموں کو بے قصور مروا ڈالا تھا۔ جب اس کو آپ کے پہنچنے کی خبر ہوئی تو اس نے مولانا کو بلوا بھیجا، اس وقت معتقدین

www.abulhasanalinadwi.org

میں کہرام مچ گیا اور اکثر لوگ مولانا کو یہ مشورہ دینے لگے کہ کسی صورت سے اس آدمی کو ٹال دیا جائے اور موقع پا کر کسی وقت یہاں سے چلے جایئے، لیکن مولانا کچھ ہراساں نہیں ہوئے اور ان لوگوں کو تسلی و تشفی دے کر اس زمیندار کے مکان پر تشریف لے گئے، وہ زمیندار معمولاً کسی کو زمین پر بھی بیٹھنے کا اشارہ نہیں کرتا، آپ کو دیکھتے ہی ایک کرسی بیٹھنے کو دی اور آپ سے خدا کی وحدانیت پر تکرار شروع کردیا، مولانا ہر چند اس کو سمجھاتے اور بہت نرمی سے دلائل عقلی نقلی بیان فرماتے لیکن وہ سمجھ کر بھی نہیں سمجھتا تھا، پھر کہنے لگا کہ آپ کی تقریر سے اگر میں نہ سمجھوں تو آپ کیا کیجئے گا؟ تو آپ نے فرمایا ایک بار، دو بار، تین بار سمجھاؤں گا۔ تب اس نے کہا اگر جب بھی نہ سمجھوں؟ اس وقت آپ نے مجاہدانہ انداز میں میان سے تلوار کھینچ لی اور فرمایا کہ اس سے تم کو سمجھاؤں گا۔ مولانا کے اس جوشِ اسلام اور جرأتِ ایمانی کو دیکھ کر وہ ڈر گیا اور کہنے لگا کہ میں نے اس مسئلہ کو کئی بار اور مولویوں سے بھی دریافت کیا لیکن وہ لوگ میری ایسی کہتے اور حضور حضور کہنے لگتے تب میں نے غصہ ہو کر ان کے قتل کا حکم دیا کہ ان کے ذریعہ دین کی بربادی ہوتی ہے، بے شک آپ سچے ہادی ہیں، آپ کی ذات سے دینِ اسلام کی تازگی اور رونق ہوگی۔ پھر اس زمیندار نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور سچا معتقد ہو گیا۔

اعلان حق اور بعض باطل عقیدوں کی اصلاح

مولانا ابتداء میں بدعت و رسومات کے بارے میں زیادہ سخت انداز اختیار نہ فرماتے بلکہ حکمت و موعظت سے سمجھاتے مگر جو لوگ کسی درجہ میں مولانا سے مانوس ہو جاتے ان کو بدعات و رسومات سے ضرور روکتے۔ آپ کی ان اصلاحی کوششوں کا دائرہ جوں جوں وسیع ہوتا گیا اہل بدعت اور دوسرے لوگوں نے آپ کی مخالفت شروع کر دی، اسی کے ساتھ انگریزوں کے کارندوں اور ان کے ہمنوا علماء نے سید صاحب اور مولانا اسمٰعیل شہید کو اور ان کی تحریک دعوت جہاد کو پورے ہندوستان میں بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا جس کا اثر بنگال کے جہلاء میں بھی تھا۔ جب ان مخالفین کو معلوم ہوا کہ مولانا جونپوریؒ بھی اس سلسلۂ طلائے ناب کی ایک زریں کڑی ہیں تو ان کی اور مخالفت بڑھ گئی، روزانہ سید صاحب اور مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے بارے میں اور ان کتاب ''تقویۃ الایمان''

اور ''صراط مستقیم'' کے بارے میں مولانا سے استفسار کرتے۔ ایک طرف مولانا کی اصلاحی کوششوں کی مخالفت تھی ہی ادھر سید صاحب کی نسبت نے اس مخالفت کو دو آتشہ کر دیا مگر مولانا نے ایک دن کے لیے بھی مداہنت سے کام نہیں لیا بلکہ نہایت صفائی سے جواب دیا بلکہ بعض سوالوں کے جواب میں پورا پورا رسالہ لکھ ڈالا، ذخیرۂ کرامت، قامع المبتدعین، اور استقامت وغیرہ اسی سلسلہ کی کتابیں ہیں۔ اس میں سب سے پیش پیش کوئی مخلص الرحمٰن نام کا ایک غیر مخلص آدمی تھا، کلمہ میں اپنا نام شامل کر کے اپنے ماننے والوں سے بیعت لیتا تھا، کئی بار مولانا نے مناظرہ سے اسے خاموش ہونے پر مجبور کر دیا تھا، اسی طرح میلاد، عرس، فاتحۂ رسمیہ وغیرہ کے بارے میں لوگ آپ سے استفسار کرتے اور الجھتے رہے مگر اتمام حجت کے طور پر ان مسائل پر گفتگو فرماتے اور اپنے کام میں لگے رہتے۔

بنگال میں ایک فرقہ ''منکرین جمعہ'' کا پیدا ہو گیا تھا جو اپنے کو ''لاجمعہ'' کہتا تھا۔ اس کا سرگروہ مولوی عبدالجبار نامی ایک شخص تھا، مولانا نے گواپنے دلائل سے اس کے گروہ اور عبدالجبار کو خاموش کر دیا تھا اور اس نے مولانا کے ہاتھ پر توبہ بھی کی مگر پھر بھی اپنی سازشوں سے باز نہیں آیا اور مولانا کی راہ میں بڑی رکاوٹیں ڈالیں مگر بفضلہٖ تعالیٰ آپ کے مخلصانہ کام کو کوئی نقصان نہیں پہنچا اور تمام اہل منکر کو منہ کی کھانی پڑی۔

مولانا کے تبلیغی کاموں کی کامیابی کے اسباب

مولانا جونپوریؒ کے تبلیغی کاموں کی اوپر جو تفصیل بیان کی گئی ہے، ان پر جب ہم نگاہ ڈالتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ اصلاح و تبلیغ کا اتنا عظیم کام جو پوری ایک جماعت بلکہ ایک حکومت کے کرنے کا تھا وہ محض ان کی ذات کے ذریعہ کیسے انجام پا گیا! بنگال کے مسلمانوں کی اصلاح کا جو کام آپ نے انجام دیا وہ بجائے خود حیرت انگیز ہے، لیکن اس کے ساتھ صوبۂ بنگال و آسام کے غیر مسلموں میں آپ نے وہ کامیابی حاصل کی جو دعوت و تبلیغ کی تاریخ میں آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ صوبۂ بنگال جو مغلیہ سلطنت کے زمانہ میں بھی مسلمانوں کی اکثریت کا صوبہ نہ بن سکا، اور جس کو عام طور پر ''جہنم پُر از نعمت'' کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اس کو مسلمانوں کی اکثریت کا صوبہ اور اہل ایمان کے ذریعہ ''جنت پُر از نعمت'' کا نمونہ بنانے میں مولانا کی تبلیغی کوششوں کا بہت زیادہ دخل ہے۔ مگر افسوس

www.abulhasanalinadwi.org

ہے کہ انگریزوں کو سید صاحب کے سلسلہ کے بزرگوں سے جو بغض وعناد تھا اور ان سے جو عام مرعوبیت چھائی ہوئی تھی اس کے نتیجہ میں بہت کم لوگوں نے اس سلسلۃ الذہب کی دینی خدمات کا کما حقہ ذکر اپنی کتابوں میں کیا ہے۔ اب جا کر کہیں کہیں ذکر آنے لگا ہے۔ اوپر ذکر آچکا ہے کہ مولانا کے ہاتھوں پر بنگال و آسام کے لاکھوں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا، جس کا اعتراف حال کے بہت سے تاریخ نویسوں نے بھی کیا ہے۔ الحاج محمد اجمل خاں ایم، اے اپنی کتاب ''سوانح خواجہ معین الدین چشتی'' میں لکھتے ہیں:

''زوال سلطنت اسلامیہ کے باوجود بلکہ اس کے بعد اس کثرت سے مسلمان ہونا شروع ہوئے ہیں کہ مشرقی بنگال پورا کا پورا مسلمان ہو چکا ہے، یہ کوشش صرف جونپور کے ایک بزرگ کی تھی جنہوں نے تھوڑے ہی دنوں میں ایک کروڑ سے زیادہ (غیر مسلموں کو) مسلمان بنا دیا۔ آپ کا نام نامی مولوی کرامت علی جونپوری تھا''

سیرت سید احمد شہید کے مصنف لکھتے ہیں۔

''صرف مولانا کرامت علی صاحب جونپوری کی کوششوں سے جو سید صاحب کے مشہور خلیفہ تھے بنگال میں لاکھوں آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے۔'' (۱)

مختصراً یہاں ان داخلی وخارجی اسباب کی قدرے تفصیل کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جن کی بنا پر مولانا کی سعی دعوت وتبلیغ سعی مشکور ثابت ہوئی، توفیق الٰہی کے ساتھ دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں کے لیے ان اسباب کو اختیار کیے بغیر کامیابی ناممکن ہے۔

اخلاص وللہیت

(۱) حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں: مولانا کرامت علی جونپوری نے حضرت سید صاحب کی ہدایت وایماء سے مشرقی بنگال کو اپنی تبلیغی واصلاحی جدوجہد کا میدان بنایا اور ان کو اس میں ایسی کامیابی حاصل ہوئی جو صرف مؤید من اللہ داعیوں اور مصلحین کو حاصل ہوئی ہے، میرے کانوں نے نواب بہادر یار جنگ کو ایک تقریر میں یہ کہتے سنا کہ میری معلومات یہ ہے کہ جن لوگوں کو مولانا کرامت علی صاحب جونپوریؒ کے ذریعہ مشرقی بنگال میں ہدایت نصیب ہوئی یا ان کی اصلاح ہوئی ان کی تعداد دو کروڑ تک پہونچتی ہے۔ (کاروان زندگی حصہ سوم صفحہ ۵۴)

www.abulhasanalinadwi.org

دعوت وتبلیغ کی راہ کا سب سے قیمتی زادِراہ اخلاص وللّٰہیت ہے، خدا تعالیٰ نے اس دولت سے مولانا کو پورے طور پر نوازا تھا، مولانا جونپور کے ممتاز خاندان کے فرد تھے، ان کی پرورش بڑی ناز ونعمت میں ہوئی تھی، خاندانی وجاہت کی وجہ سے عوام سے رابطہ کی نوبت کم آتی تھی مگر ان کا اخلاص اور غایت درجہ کی للّٰہیت ہی تھی کہ اس عیش وآرام کو چھوڑ کر بنگال وآسام کے دور دراز مقامات کی خاک چھانی اور سارے اعزاز واکرام کو بالائے طاق رکھ کر اور ہزار ہا مشقتیں اور زحمتیں اٹھا کر دینِ حق کی ''صدائے غریب'' کو بنگال وآسام کے جاہل عوام کے لیے نہ صرف مانوس بنا دیا، بلکہ اسے ''صدائے دلنواز'' بنا کر ان کے کانوں سے اتار کر ان کے دلوں کی گہرائی تک پہنچا دیا۔ رحمه الله رحمة واسعة سابغة۔

مولانا کی للّٰہیت کا اندازہ اس واقعہ سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ جب وہ مرجع خلائق بن گئے تھے اسی اثنا میں بنگال میں ایک عرب قاری آ گئے، مولانا پہلے سے تجوید وہفت قرآت سے واقف تھے مگر ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کر کے ان سے سبقاً سبقاً تجوید وقرآت سبعہ کی تکمیل کی اور پھر اس فن میں کئی کتابیں لکھیں۔ مولانا کے کچھ اقوال ہم آخر میں نقل کریں گے، جن سے ان کے زہد واتقاء اور اخلاص وللّٰہیت کا اندازہ ہوگا۔

دوسری چیز حضرت سید صاحبؒ کی دعائے خاص جو مولانا کے کاموں میں معنوی سہارا بنی، وہ حضرت سید صاحب کی دعائے خاص ہے، مولانا جونپوری حضرت سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت سید صاحب نے چند ہی دنوں میں ان کی دعوتی صلاحیت کا اندازہ فرما لیا، اور شوق جہاد کے باوجود ان کو تین ہفتہ بعد یہ دعا اور حکم دے کر رخصت فرمایا کہ ''خدا کی رحمت سے کام ہو گیا اور بہت جلد ہو گیا۔ (۱) اب ہدایت کے کام میں لگ جاؤ۔'' چنانچہ ذاتی صلاحیت اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ اس مقبول بارگاہ

(۱) کام ہو جانے سے مطلب تزکیۂ نفس، باطن کی صفائی اور تعلق مع اللہ کا پرشور جذبہ پیدا ہو جانا ہے، اس کے لیے برسوں بزرگوں کی صحبت میں لوگ رہتے ہیں مگر صلاحیت کی کمی کی وجہ سے انہیں کامیابی ہوتی۔ مولانا جونپوری میں پہلی سے یہ صلاحیت موجود تھی۔ سید صاحب رحمۃ اللہ علی کی خدمت میں پہنچ کر اس کو جلا مل گئی، ہمارے حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر لکڑی سوکھی ہو تو ایک سلائی کی تیلی سے وہ بھڑک اٹھتی ہے اور اگر گیلی ہو تو گھنٹوں اس سے شعلے نہیں پیدا ہوتے۔

www.abulhasanalinadwi.org

کی دعا اور حکم کا یہ اثر ہوا کہ اس کے بعد مولانا اسی کے ہو رہے۔ مولانا نے دعوت و تبلیغ کے لیے بنگال اور آسام کے پُرظلمت غربت کدوں کا انتخاب حضرت سید صاحب کے حکم ہی سے کیا تھا۔

محنت واستقامت

ان معنوی اسباب کے ساتھ مولانا نے اس راہ پرخار میں جو غیر معمولی محنت، جدوجہد اور استقامت کا ثبوت دیا، اس سے اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ شدید سے شدید موانع کے باوجود ان کا کام کسی آن بھی رکا نہیں۔ مولانا نے خود اپنی محنت ومشقت اور جدوجہد کے واقعات اپنی کتابوں میں کم نقل کیے ہیں مگر ان کی کتابوں میں ضمناً جو اشارات مل جاتے ہیں ان سے ان پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ ایک جگہ سفر کی تکالیف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''اب کی بار سفر میں چند روز کچھ ظاہر کی تکلیف ایسی ہوئی کہ بعض ہمراہیوں کو کچھ وسواس آ گیا، مگر ہم کو اللہ تعالیٰ نے استقامت کے ساتھ رکھا تھا۔''

اوپر ذکر آ چکا ہے کہ بسااوقات کئی کئی دن ایک ہی کدو پر پورا قافلہ گزارا کرتا تھا ،مولانا کے سفر کے سارے اخراجات ان کے متوسلین برداشت کرتے تھے۔ مگر بسااوقات قرض کی نوبت بھی آ جاتی تھی۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

> ''اس فقیر کے ساتھ کئی بوٹ ہیں، اور ایک سو روپیہ روزانہ کا خرچ ہے، اور بعضے مقام پر لوگ دعوت دے کر فقیر کو لے گئے، مگر ان لوگوں نے نہ سمجھا اور فقیر مقروض ہو گیا۔''

دوران سفر آپ پر کاموں کا کتنا ہجوم رہتا تھا اس کا اندازہ مولانا کے پوتے مولانا عبدالباطن صاحب کے بیان سے ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''مولانا کو بہ سلسلۂ تبلیغ ایک وقت میں بہت سے کام ایک ساتھ انجام دینے پڑتے تھے، مثلاً عام مسلمانوں کو وعظ ونصیحت کے ذریعہ باعمل مسلمان بنانا، بے شرع فقیروں، بدعتی پیروں کا استیصال، وحدت وجودی

عقیدہ والوں کا رد، خارجی گروہ کی بدعقیدگی کی روک تھام، اور ان کے عقائد کے بطلان میں رسائل لکھ کر شائع کرنا، ضروریات دین کی کتابوں کی تالیف وتصنیف، استفتاؤں کا جواب، غلط اور گمراہ کن فتاؤں اور رسالوں کا رد لکھنا، طالبین کو ذکر واذکار اور سلوک کی تعلیم دینا، فن تصوف میں کتابوں کی تالیف واشاعت، طلبہ کو تجوید قرآن کی تعلیم، مبلغین کو خاص ہدایت کے ساتھ بنگال وآسام کے مختلف گوشوں میں روانہ کرنا اور نگرانی بھی کرنا، جس جگہ ضرورت محسوس ہو وہاں مسجد ومدرسہ قائم کرنا اور اس کی کفالت کے لیے لوگوں کو مستعد وآمادہ کرنا، خود اپنے قافلہ کی جس میں عورتیں، بچے اور طلبہ، مہمان، ترجمان، ملاح وخدام ہوتے، ان لوگوں کی دیکھ بھال اور ان کے حقوق وراحت کا خیال کرنا، خود اپنے معمولات باطن کو پابندی سے ادا کرنا، غرض کہ مولانا ایک ایسے مرد مجاہد تھے کہ جن کے جسم کا ہر عضو خدمت دین وخدمت خلق کے لیے وقف تھا، اور مثل مشین کام کر رہا تھا، دل ودماغ اور کل اعضاء وجوارح اپنے اپنے فرائض کی ادائیگی میں مشغول تھے، جس کام کی انجام دہی کے واسطے اک دفتر وعملہ کی ضرورت تھی اس کو وہ تن تنہا انجام دے رہے تھے اور اپنے خزانۂ توکل سے تمام کثیر اخراجات کے خود ہی کفیل تھے۔"

اعتدال وتوازن اور سادہ انداز بیان

مولانا کو اپنے کاموں میں جن اسباب سے کامیابی ہوئی ان میں ایک بڑا سبب ان کا اعتدال وتوازن اور سادہ انداز بیان تھا، مولانا نے جس وقت اپنا کام شروع کیا اس وقت بنگال میں نہ جانے کتنے فتنے سر اٹھائے ہوئے تھے، مگر مولانا ان فتنوں سے ہمیشہ صرف نظر کر کے اپنے کام میں مشغول رہتے۔ البتہ جہاں ناگزیر ہو جاتا وہاں اپنی زبان کھولتے اور قلم کو حرکت دیتے، چنانچہ انہوں نے اس سلسلہ میں جو اہل باطل کے رد میں کتابیں لکھیں انتہائی مجبوری کی بنا پر، چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"جس گمراہ کرنے والے نے ہزاروں آدمی کے دین کو برباد کر دیا اور سیکڑوں کلمہ گو کو بغیر جنازہ کی نماز کے دفن کروا دیا، سو بموجب حکم

www.abulhasanalinadwi.org

نبی ﷺ کے اس کا ذکر ہم نام لے کر کر دیتے ہیں تا کہ لوگ اس کے فساد سے محفوظ رہیں۔ وہ حکم یہ ہے فرمایا رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے کیا تم لوگ باز رہتے ہو، بدکار کے ذکر کرنے سے یعنی ایسا نہ کرو، بلکہ بیان کر و فاجر کو اس کے عیب کے ساتھ جو اس میں ہو، تا کہ پرہیز کریں لوگ اس فاجر سے۔(۱)‘‘

مولانا نے ہمیشہ بحث ومباحثہ اور مناظرہ سے گریز کیا، مگر بسا اوقات اس کی ضرورت پیش آجاتی تو مناظرہ بھی کرلیا کرتے ، مگر ان کو خدا نے جو دعوت وتبلیغ کا ایک فطری اور سادہ انداز بیان دیا تھا زیادہ تر اسی سے کام لیتے تھے،ان کے سادہ بیان کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے،اوپر ذکر آچکا ہے کہ بنگال میں ایک گروہ منکرین جمعہ کا پیدا ہوگیا تھا ، وہ اسے دارالحرب کہہ کر جمعہ کا انکار کرتا تھا اور مولانا کا شدید مخالف تھا،مولانا نے ان کے ایک مرکز میں ایک بار جمعہ ادا فرمائی اور پھر یہ تقریر کی:

’’خواہ مخواہ لوگ ہم کو کہتے ہیں کہ ہم نئی بات ایجاد کرتے ہیں، ہماری نئی بات یہی ہی کہ ہم نماز کا حکم دیتے ہیں اور جمعہ قائم کرتے ہیں،اور جو لوگ اس ملک میں جمعہ کو بالکل ناجائز بتلاتے ہیں، ہند اور بنگال کو دارالحرب کہہ کر جمعہ کی فرضیت کے منکر ہیں اور جمعہ پڑھنے سے زبردستی لوگوں کو روکتے ہیں ان سے ہم مناظرہ کرتے اور نماز جمعہ کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں اب تم لوگ بتلاؤ کہ مسجد کس نے بنائی ہے؟ لوگوں نے جواب دیا شجاع بادشاہ نے بنوائی ہے۔ پھر پوچھا، کس واسطے؟ لوگوں نے کہا: نماز کے لیے۔ پھر فرمایا کتنے روز ہوئے اس مسجد کو بنے ہوئے؟ کہا گیا سیکڑوں برس گزر گئے۔ تو فرمایا، منبر مسجد میں کس لیے بنایا ہے؟ کہا گیا خطبہ پڑھنے کے لیے فرمایا، خطبہ کب پڑھتے ہیں؟ کہا گیا: جمعہ کو۔ فرمایا کہ تو معلوم ہوا کہ یہ مسجد قدیم ہے اور منبر بھی قدیم ہے اور جمعہ کا چرچا اور رواج بھی قدیم ہے،صرف بیچ میں لوگوں کی سستی سے جمعہ کی نماز متروک ہوگئی تھی جس کو پھر ہم جاری اور تازہ کردیتے

(۱) اس حدیث کا متن راقم الحروف کی نظر سے نہیں گزرا گو اس مفہوم کے قریب بعض روایتیں موجود ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں، اور بھولے ہوئے مسائل کو یاد دلا رہے ہیں، ہماری بات نئی نہیں ہے، بلکہ پرانی اور قدیم ہے۔"

مولانا کے اس انداز بیان سے کون انکار کرسکتا تھا چنانچہ یہ متروک سنت وہاں جاری وساری ہوگئی۔

مقامی زبان کی رعایت

مولانا کی دعوت اور تبلیغ کی کامیابی پر اس حیثیت سے اور زیادہ حیرت ہوتی ہے کہ مولانا بنگلا اور آسامی زبان سے واقف نہیں تھے، پھر بھی بنگالیوں اور آسامیوں میں ان کو یہ کامیابی کیسے حاصل ہوئی، اس کمی کو دور کرنے کے لیے مولانا نے دو طریقے اختیار کیے۔ ایک تو اس دیار میں اردو زبان (جسے اس وقت عام طور پر ہندی کہا جاتا تھا) کو رواج دیا۔ اور لوگوں کو اس سے مانوس کیا، اور اپنی کتابوں کے ذریعہ ان کی اصلاح کی۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج بھی اردو اور بنگالی کی شدید عصبیت کے باوجود بنگالیوں کی دینی مجلس اردو زبان ہی میں ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ بہت سے بنگالی علماء کو اردو زبان سکھا کر اپنی ترجمانی پر مامور کیا اور بہت سے لوگوں کو دور دراز مقامات پر تبلیغ کے لیے روانہ فرمایا جو بنگالی اور آسامی زبان میں اسلام کی خوبیاں عوام کے سامنے بیان کرتے تھے، چنانچہ آج بھی مولانا کے بہت سے خلفاء کے نام اہل بنگال کی زبان پر ہیں، ان خلفاء کے ناموں کی تفصیل آگے آئے گی جو مولانا کی ترجمانی کے فرائض انجام دیتے تھے، یہی حضرات غالباً غیر مسلموں کو مولانا کے قریب لاکر ان کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا سبب بنے۔

مولانا کے والد کا جذبۂ ایثار وقربانی دعوتی کاموں میں ایک اور خارجی چیز معاون ثابت ہوئی وہ تھی مولانا کے والد محترم کا جذبۂ ایثار وقربانی، مولانا جس وقت بنگال روانہ ہوئے تو وہ صاحب اہل وعیال ہو چکے تھے، مولانا کے والد مولانا شیخ ابو ابراہیم امام بخش باحیات تھے اور عمر رسیدہ ہو چکے تھے مگر جب مولانا نے حضرت سید صاحبؒ کے ارشاد کے مطابق دعوت وتبلیغ کی غرض سے بنگال وآسام کے سفر کا ارداہ ظاہر کیا تو انہوں نے شفقت پدری کے باوجود ان کو ایک دن بھی اس سے نہیں روکا اور جانے کے بعد اٹھارہ برس تک ان کی واپسی نہیں ہوئی۔ ادھر اہل خاندان برابر مولانا کے والد صاحب

www.abulhasanalinadwi.org

پر زور ڈال رہے تھے کہ ان کو جونپور واپس بلانے کے لیے خط لکھیں۔ مگر ان کے والد صاحب ہمیشہ ان کو ٹالتے رہے، یہاں تک اٹھارہ برس کے بعد وہ خود واپس ہوئے تو وہ بے حد خوش ہوئے، مگر ان کی واپسی کی خوشی ان کو کس حیثیت سے ہوئی اس کا اندازہ ان کے تاثرات سے ہوتا ہے جو انھوں نے ان کی واپسی پر ظاہر کیے۔

ان کے والد محترم نے اہل خاندان اور حاضرین سے جو اس وقت ملاقات کے لیے آئے ہوئے تھے مخاطب ہو کر فرمایا:

> ''بعض لوگوں کو تعجب تھا کہ حضرت سید صاحب نے اول ہی ہفتہ گزر جانے پر مولوی صاحب کو (مولانا کرامت علی صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہہ دیا کہ ہدایت کے کام میں لگ جاؤ، پھر اٹھارہ یوم کے بعد اجازت وخلافت بھی عطا فرما کر رخصت فرما دیا اور پھر جہاد میں جاتے وقت ان کو صوبۂ بنگال کی تبلیغ کا کام سپرد فرما دیا۔ اور ان کے ارشادات کے مطابق کاربند رہے، اب بتلاؤ کہ ان کا یہ سفر کتنے دن کا ہوا، اور کتنے دنوں کے بعد واپس ہو کر حاضرین سے ملے؟ سبھوں نے عرض کیا کہ حضرت مولانا پورے اٹھارہ برس کے بعد آئے۔ مولانا کے والد مرحوم نے فرمایا کہ اب دیکھو حضرت سید صاحبؒ کے فیوض و برکات کا اثر کہ ان کی صحبت کا ایک ایک دن ایک ایک سال کی تبلیغی قوت رکھتا ہے جو مشاہد ہے، تمام احباب و مخلصین مجھ سے فرمائش کرتے تھے کہ تم مولوی صاحب کو لکھو کہ مدتیں گزر گئیں اور گزرتی جا رہی ہیں، آپ جونپور والوں کو بھول گئے، اطراف و جوانب کے مریدین امید اور یاس کے عالم میں منتظر ہیں، مگر میں نے کبھی ان کے سفر کے انقطاع کا حکم نہیں لکھا۔'' (کشکول باطن)

ان تاثرات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے والد کے اندر دعوت واحیائے دین کا کتنا بے پایاں جذبہ موجود تھا کہ دین کے لیے اپنے محبوب لخت جگر کی مفارقت انھوں نے ایک دو دن نہیں بلکہ پورے اٹھارہ سال برداشت کی، اور پھر تھوڑے دن بعد انھیں پھر رخصت کر دیا۔ اور اسی زمانہ مفارقت میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اللہ ان پر

www.abulhasanalinadwi.org

رحمتوں کی بارش کرے۔

تلامذہ ومتوسلین کا تعاون

اس سلسلہ میں سید صاحبؒ کے وہ خلفاء جو کلکتہ اور بنگال وغیرہ میں موجود تھے وہ بھی مولانا کے کاموں میں بے حد معاون ہوئے ان میں حسب ذیل حضرات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

مولانا حافظ جمال الدین صاحب محدث وقت مولانا محمد وجیہ صاحب مدرس اول مدرسہ عالیہ کلکتہ، قاضی عبدالباری صاحب وغیرہ۔

اس کام میں مولانا کے سیکڑوں تلامذہ اور متوسلین بھی شریک تھے۔ جن کے ناموں کی تفصیل باوجود کوشش کے نہ مل سکی، مولانا کے اہل خاندان میں ان کے تقریباً ساٹھ ستر خلفاء ومتوسلین کے نام محفوظ ہیں، ان میں چند کے نام یہ ہیں۔

(۱) مولانا انواراللہ صاحب، مصنف شوارق ملکیہ، یہ چاٹگام کے رہنے والے تھے اور مولانا کے خلیفۂ خاص اور آپ کے شریک کار تھے۔

(۲) مولانا سید محمد رام پوری، ریاست رام پور کے سابق قاضی مولانا حامد شاہ صاحب کے یہ والد ماجد تھے، اور مولانا کے کاموں میں برابر شریک رہے، رام پور کے علاوہ علاقہ پانیا اور ناگوڑ وغیرہ کے لوگوں کو ان سے بہت فیض پہنچا۔

(۳) مولانا عبدالعزیز صاحب، یہ ضلع فرید پور کے مقام ملفت گنج کے رہنے والے تھے، یہ مولانا کے ترجمان خاص تھے، مولانا کی اردو تحریروں کا بنگلہ زبان میں ترجمہ بھی کرتے تھے، خود بھی کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

(۴) منشی نعمت اللہ صاحب احمد پور، پانبا کے رہنے والے تھے، آپ نے مولانا کے ارشاد کے مطابق بگڑہ، رنگ پور، سراج گنج اور گولکنڈہ وغیرہ میں زبردست تبلیغی کام کیا، گولکنڈہ میں آپ نے ایک بڑی مسجد تعمیر کرائی تو بیس پچیس میل سے لوگ اس میں جمعہ ادا کرنے آتے تھے۔

(۵) قاری محمد جاوید صاحب، یہ سلہٹ کے رہنے والے تھے اور مولانا کے خاص جاں نثاروں میں تھے اور یہ آسام کے ایک اونچے خاندان کے چشم وچراغ

www.abulhasanalinadwi.org

تھے، ان کے صاحبزادہ شمس العلماء ابونصر صاحب آسام کے وزیر تعلیم تھے۔

(۶) مولانا احسن اللہ صاحب اور منشی حاجی عبدالرحیم صاحب، یہ دونوں حضرات مولانا کے بوٹ کے گشتی مدرسہ کے فیض یافتہ تھے، اول الذکر بڑے جید عالم تھے اور ان کے بعد بھی ان کے خاندانوں میں مدتوں علم دین اور دعوت دین کا چرچا رہا۔

(۷) ان کے علاوہ مولانا فیض اللہ صاحب نواکھائی، مولانا الٰہی بخش صاحب فتاویٰ دوائم الدین، مولانا عبدالقادر صاحب مصنف خلاصۃ المسائل وغیرہ، مولانا کے ان خلفاء نے تبلیغ واصلاح میں مولانا کا پورا تعاون بھی کیا اور خود بھی پورے علاقہ میں زبردست دعوتی واصلاحی کام کیا۔

افراد خاندان کا تعاون

مولانا کے خلفاء ومتوسلین کے ساتھ ان کے اہل خاندان اور خاص طور پر ان کے دو صاحبزادے مولانا کے زندگی میں اور آپ کے بعد بھی بڑا زبردست کام انجام دیتے رہے۔ ایک مولانا حافظ احمد صاحب متوفی ۱۳۱۶ھ، دوسرے مولانا عبدالاول صاحب متوفی ۱۳۴۹ھ ہیں، مولانا حافظ احمد صاحب کی ولادت کلکتہ میں مولانا کے اثنائے قیام ہی میں ہوئی تھی۔ علم وفضل، زہد وتقویٰ اور تبلیغ ودعوت میں مولانا کے نقش ثانی تھے، اور ان اوصاف اور خدمات کی وجہ سے عوام میں حد درجہ مقبول تھے، ان کے عقیدتمندوں میں ہندو، مسلمان اور عیسائی سب ہی شامل تھے، ان کے کاموں اور دوروں کی خبریں کلکتہ اور بنگال کے سارے اخبارات جلی سرخیوں سے شائع کرتے تھے، ایک بار کلکتہ میں مولانا کے گرد دعا کرانے والوں کا غیر معمولی مجمع ہوا، اور مولانا نے ہزاروں کو پانی میں کالا زیرہ دم کر کے دے دیا، جس سے نہ جانے کتنے مریض شفایاب ہوئے، ایک شاعر نے اسی پر یہ شعر کہا۔

دکھایا اثر کالے زیرے نے جب ۔۔۔ پرستش گئے بھول کالی کی سب (۱)

مولانا محمد احمد صاحب کا انتقال ڈھاکہ میں ہوا، اور وہیں چوک والی مسجد میں

---

(۱) بنگال میں کالی کی پرستش کثرت سے ہوتی ہے۔ بعض لوگوں نے کلکتہ کی وجہ تسمیہ بھی یہی بتائی ہے۔ غالباً کالی استھان سے بگڑ کر کلکتہ ہوگیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

آپ کا مزار ہے۔مولانا کے دوسرے صاحبزادے مولانا عبدالاول صاحب دعوت وتبلیغ کے ساتھ متعدد اہم کتابوں کے مصنف بھی ہیں جن میں بعض کتابیں عربی زبان میں ہیں، آپ کا انتقال کلکتہ میں ہوا، اور مانک تلہ میں آپ کا مزار ہے، ان کے خاندان کے بہت سے حضرات آج تک تبلیغ واصلاح کا کام جاری کیے ہوئے ہیں۔

راقم الحروف کے نزدیک یہ تھے وہ داخلی وخارجی اسباب جو مولانا کے دعوت وتبلیغ میں معاون ثابت ہوئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔



www.abulhasanalinadwi.org

کتب وتصانیف

مولانا کی حسب ذیل تصانیف کا تذکرہ "تذکرہ علمائے ہند" میں ہے۔(۱) مفتاح الجنۃ (۲) زینۃ المصلی (۳) زاد التقویٰ (۴) راحت روح (۵) نورٌ علی نور (۶) فیض عام (۷) دعوات مسنونہ (۸) قرۃ العین (۹) تزکیۂ نسواں (۱۰) تزکیۃ العقائد (۱۱) مراد المریدین (۱۲) قوۃ الایمان (۱۳) نسیم الحرمین (۱۴) حقائق الحق (۱۵) مرآۃ الحق (۱۶) رفیق السالکین (۱۷) تنویر القلوب (۱۸) حق الیقین (۱۹) قول الحق (۲۰) مرآۃ الحق (۲۱) عکازۃ المومنین (۲۲) المعاندین (۲۳) براہین قاطعہ فی مولد خیر البریہ (۲۴) کرامۃ الحرمین فی ازالۃ مشتبہ الفریقین (۲۵) محض القبل الامین (۲۶) اطمینان القلوب (۲۷) بہاء الاخوان (۲۸) مخارج الحروف (۲۹) ہدایۃ الرافضین (۳۰) زینۃ القاری (۳۱) شرح ہندی جزری (۳۲) شرح شاطبی (۳۳) ترجمہ مشکوٰۃ جلد اول (۳۴) ترجمہ شمائل ترمذی (۳۵) فتح باب صبیان (۳۶) کوکب دری (۳۷) نور الہدائی (۳۸) حجت قاطعہ (۳۹) مکاشفات رحمت (۴۰) دفع الوسواس (۴۱) مصباح الظلام (۴۲) رسالۂ بیعت (۴۳) قاطع المبتدعین (۴۴) استقامت (۴۵) رد البدعۃ (۴۶) قوت روح (۴۷) سبیل الرشاد (۴۸) القول الثابت (۴۹) رسالۂ محمودیہ وغیرہ۔

اس فہرست پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ تقریباً تمام علوم دینیہ پر مولانا نے اپنی یادگاریں چھوڑی ہیں، ان کتابوں میں مشکوٰۃ اور شمائل ترمذی کا ترجمہ اور شرح جزری اور شرح شاطبی اپنی دینی علمی حیثیت کے لحاظ سے اور مفتاح الجنۃ اور عقائد پر بعض دوسری کتابیں اپنی افادیت کے لحاظ سے بڑی اہمیت کی حامل ہیں، ان میں بعض کتابوں کا شمار تو دو چار ممتاز ہندوستانی تصنیفات میں ہونا چاہیے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ان کی چار پانچ کتابیں عربی میں ہیں، بقیہ اردو میں ہیں، ان میں بعض تو بہت زیادہ مقبول اور مشہور ہوئیں۔

مفتاح الجنۃ

خاص طور پر مفتاح الجنۃ جو پہلی بار ۱۲۴۳ھ میں چھپی اور پندرہ سولہ برس کے اندر اس کے چار پانچ ایڈیشن نکل گئے، ہمارے پاس اس وقت مطبع مصطفائی محمود نگر لکھنؤ مطبوعہ ۱۲۶۰ھ کا نسخہ ہے، اس کے مالک محمد مصطفےٰ خان نے جو کتاب کے آخر میں خاتمہ لکھا ہے، اس میں انہوں نے تمام مطبوعہ نسخوں کا ذکر کیا ہے، اور سب سے مقابلہ کر کے چھاپا ہے، ہم ان کا پورا بیان یہاں نقل کرتے ہیں:-

''کتاب مفتاح الجنۃ جو مولوی کرامت علی صاحب جونپوری کی تصنیف ہے انہوں نے شہر کلکتہ میں اول دفعہ ۱۲۴۳ھ مطابق ۱۸۲۴ء میں اور دوسری بار ۱۲۵۳ھ مطابق ۱۸۳۴ء میں چھپوایا تھا، اور حاجی عبدالقادر صاحب نے بعد اس کے اسی شہر میں چھپوایا، ۱۲۵۷ھ میں سو اس بندۂ گنہ گار، امیدوار مغفرت پروردگار محمد مصطفےٰ خان بیٹے حاجی محمد روشن خاں مرحوم نے ان تینوں نسخوں کو مع چوتھے نسخہ چھپوائی ہوئی محمد فیض اللہ صاحب کے ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۲۹ء میں ساتھ کمال جد وجہد کے ہر ایک جگہ سے جمع کروا کر اول سے آخر تک ہر ایک کو بنظر دقیق دیکھ کر اور مفرد جمع اور تذکیر و تانیث موافق اردوئے معلیٰ کی درست کر واسطے خیر خواہی بھائیوں مسلمانوں کے بیچ بیت السلطنت لکھنؤ کے محلہ محمود نگر میں نیچے اکبری دروازہ کے مطبع اپنے میں کہ ساتھ مصطفائی مشہور ہے پچیسویں مہینہ جمادی الآخر ۱۲۶۰ھ میں چھپوایا۔ اب جو شخص اول چاروں کو اکٹھا کر سیر اس کی کرے، اس پر بخوب ترین روشن ہو جائے کہ یہ نسخہ اہمیت و متانت و موافقت روزمرہ میں الحقیقت لاجواب ہے اور دوسرا ہونا دشوار۔ الحمد للہ اولاً و آخرہ۔ (۱)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۲۶۰ھ تک ۱۵۔۱۶ برس کے اندر اس کے چار ایڈیشن طابع کے علم میں نکل چکے تھے مگر خود مولانا کرامت علی جونپوریؒ کا جو بیان ۱۲۴۳ھ

(۱) صفحہ ۱۳۰۔

www.abulhasanalinadwi.org

والے ایڈیشن کے آخر میں درج ہے، اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اس سے پہلے اس کے مطبوعہ یا پھر قلمی نسخے ملک میں پھیل چکے تھے اور انہوں نے اضافہ کے بعد پھر اسے ۱۲۴۳ھ میں چھپوایا، مولانا کا بیان یہ ہے۔

"اس فقیر نے اس کتاب کو تصنیف کرنے کے کئی برس بعد حج کے سفر سے پھرتے ہوے ۱۲۴۳ھ میں چھپوایا تھا، سواب بعضے مقام پر مضمون صاف ہونے کے تیئں کچھ لفظیں زیادہ کم کیں اور دو چار ضروری مسئلے چھوٹ گئے تھے سوان کو ان کے مقام پر داخل کیا، اب جس کے پاس وہ کتاب ہووے، وہ اس کے موافق اپنی کتاب درست کرے۔" (۱)

اب "جس کے پاس یہ کتاب ہووے" سے یا تو قلمی مراد ہے، جیسا کہ دستور تھا کہ کچھ لوگ لکھ کر اپنے پاس رکھتے تھے، یا پھر مطبوعہ مراد ہے۔ اس سے پہلے مطبوعہ ہونے کی صورت میں ۱۲۴۳ھ کے ایڈیشن کے بارے میں یہ کہا جائے کہ مولانا نے ترمیم واضافہ کے بعد اپنے اہتمام میں سب سے پہلے ۱۲۴۳ھ میں اسے چھپوایا اور ہدایت کردی کہ اس کے موافق لوگ اپنے نسخے درست کرلیں۔

مفتاح الجنۃ کی تصنیف جن مقاصد کے پیش نظر ہوئی ان میں سب سے بڑا مقصد دین کی اشاعت تھی اور یہ اسی وقت ممکن تھی جب اسے عوام کی زبان میں پیش کیا جائے، چنانچہ مفتاح الجنۃ کی تمہید میں وہ لکھتے ہیں:

"جب اس فقیر عاجز نے جمعہ کی نماز پڑھائی اور اپنی طاقت کے موافق معنی قرآن شریف اور حدیث بیان کرنے شروع کیے تب اللہ تعالیٰ کے کلام کے اثر سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی برکت سے بہت سے مسلمان دین پر مضبوط ہوئے اور اذان اور نماز خوب ہونے لگی اور مسلمانوں کی عورتیں بہت سی اللہ کی ہدایت سے نماز پڑھنے لگیں، اس فقیر عاصی نے چاہا کہ ایک رسالہ چھوٹا سا جس میں مسئلے ضروری نماز کے سب رہیں ہندی زبان میں جو آسانی سے عورتوں اور مردوں کو سمجھ میں آویں لکھنا چاہیے۔ اور اس بات کو موجب بہتری اور پڑھنے والوں کی سمجھ کے اس رسالہ کی ۲۳ معتبر

(۱) صفحہ ۱۲۹۔

www.abulhasanalinadwi.org

کتابوں سے جس طرح شرح وقایہ اور فتاویٰ محیط اور فتاویٰ عالم گیری، مختصر شامی اور مختصر قدوری اور کنز اور شرح اوراد وغیرہ سے خوب تحقیق کر کے کتابوں میں سے نکال کے اس رسالہ میں لکھا ہے۔"(۱)

مولانا ظفر احمد صاحب نے مفتاح الجنۃ کا نیا ایڈیشن اس کے تمام مسائل کو مدلل اور محشی کر کے شائع کیا ہے، جو ہر طرح لائق تحسین ہے۔ افسوس ہے کہ اس کتاب کی طرف سے اب توجہ کم ہو گئی ہے، لیکن اس کی افادیت آج بھی جوں کی توں باقی ہے۔

ترجمہ مشکوٰۃ شریف

مولانا نے حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ شریف کا ترجمہ بھی کیا تھا، مولانا نے جس زمانہ میں مشکوٰۃ کا ترجمہ کیا، اسی کے لگ بھگ ایک دوسرا ترجمہ مولانا قطب الدین صاحب دہلوی نے "مظاہر حق" کے نام سے کیا اور یہ ترجمہ کافی مقبول ہوا اور اب بھی متداول ہے۔ مولانا کرامت علی رحمۃ اللہ کا ترجمہ ہماری نظر سے نہیں گذرا مگر شمائل ترمذی کے ترجمے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا ترجمہ 'مظاہر حق' کے ترجمہ سے زیادہ رواں، صاف اور شستہ ہوگا۔ مظاہر حق کا لفظی ترجمہ اگر اصل عربی متن سامنے نہ ہو تو وہ بہت سی جگہ کچھ سمجھ میں نہیں آسکتا، مگر شمائل ترمذی کے ترجمہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے ترجمہ میں یہ کمی نہ ہوگی۔

ترجمہ شمائل ترمذی

ترجمہ کا نام انوار محمدی ہے۔ اس کی طباعت ماہ شوال ۱۲۵۲ھ میں ہوئی۔ یہ محض ترجمہ نہیں ہے بلکہ شمائل کی مختصر شرح بھی ہے، ترجمہ اور شرح کے لکھنے میں مولانا نے اس سلسلہ کی تمام ہی معتبر کتابوں سے استفادہ کیا تھا، یہ سب سے پہلے مطبع محمدی کلکتہ سے طبع ہوا۔(۲) اس کتاب کے ذریعہ نہ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل کی ترویج ہوئی بلکہ اس سے اردو زبان کو بھی غیر معمولی فائدہ پہنچا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے مسلمانوں کو جو محبت اور شیفتگی ہے اس کے نتیجہ میں یہ کتاب عوام اور خواص دونوں میں بار بار پڑھی گئی۔ اس طرح اس کے ذریعہ حدیث نبوی اور اردو زبان دونوں کا

---

(۱) صفحہ ۶۔ (۲) اللہ کی توفیق سے اب یہ کتاب ندوۃ التالیف والترجمہ جامعۃ الرشاد اعظم گڈھ سے شائع ہو کر سامنے آچکی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ذوق ہندوستان میں عام ہوا۔ تعجب خیز بات یہ ہے کہ پچاس اکیاون برس کی طویل مدت میں ان کا قیام کسی ایک جگہ نہیں رہا، بلکہ مشاغل کے ہجوم میں گھرے رہتے تھے، اسی صورت میں جب کہ پہلے سے شمائل کے ترجمہ کا کوئی بھی نمونہ موجود نہیں تھا، نقش اول کے طور پر اس کا ترجمہ کرنا اور پھر متوازن توضیحی حاشیہ لکھنا مختلف حدیثوں میں تطبیق، لغت کی تحقیق کرنا، پہاڑ کاٹ کر جوئے شیر لانے کے مرادف ہے۔



www.abulhasanalinadwi.org

خلافت نامہ

آخر میں ہم مولانا کا وہ خلافت نامہ پیش کرتے جو حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں عطا کیا تھا۔ اس کا متن مع ترجمہ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرقومہ دوئیم .... ماہ شعبان ۱۲۳۹ھ

ازفقیر سید احمد برضمیر صفا پذیر طالبان راہِ حضرت حق وسالکین طریق آں ہادیٔ مطلق عموماً وکسانیکہ بایں فقیر للہ وفی اللہ حاضرانہ دیا غائبانہ محبت میدارند خصوصاً پوشید نماید کہ مقصود از بیعت زیر دست مشائخ طریقت ہمیں است کہ راہ رضامندی حضرت حق بدست وراہ رضامندی منحصر دراتباع شریعت غرا است ہر کہ سوائے شریعت مصطفویہ راطریق تحصیل رضامندی حضرت حق انگارد پس بیشک آں شخص کاذب وگمراہ است ودعویٰ او باطل ونامسموع واساس شریعت مصطفویہ دوامر است اول ترک اشراک وثانی ترک

ترجمہ: فقیر سید احمد کی طرف سے حضرت حق کی راہ کے طالبوں اور طریق آں ہادیٔ مطلق سالکوں پر عموماً اور اس فقیر کے ساتھ للہ وفی اللہ حاضرانہ وغائبانہ محبت رکھنے والوں پر خصوصاً پوشیدہ نہ رہے کہ مشائخ طریقت کے ہاتھ پر بیعت سے مقصود یہی ہی کہ حضرت حق کی رضامندی کا طریقہ میسر ہو اور حضرت حق کے رضامندوں کا طریقہ شریعت غراء کی اتباع میں منحصر ہے۔ جو شخص شریعت مصطفویہ کے علاوہ کوئی دوسرا ذریعہ حضرت حق کی رضامندی کا گمان کرے بے شک وہ شخص کاذب وگمراہ ہے اور اس کا دعویٰ باطل اور ناقابل سماع ہے، اور شریعت مصطفویہ کی بنیاد دو باتوں پر ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

بدعات، اماترک اشراک پس بیانش آنکہ ،ہیچ کیس راز ملک وجن وپیرومرشدواستاذ وشاگرد نبی وولی حلال مشکلات خودنہ پندارندوحاجات خودراز کسے ازایشاں طلب نہ نمایذ ہیچ کیس راقادر برحل مشکلات ورفع بلیات وتحصیل منافع نداندوہمہ راشل خوددرجب قدرت وعلم حضرت حق عاجزونادان شمار دوہرگز بنابرطلب حوائج خودنذرونیاز کسے ازانبیاءواولیاء وصلحاء وملائکہ بجانیاردآرے ایں قدرداندکہ یشاں مقبولان بارگاہ صمدیت اندوثمرہ مقبولیت ایشاں ہمیں است کہ درباب تحصیل رضامند پروردگار اتباع ایشاں باید کردوایشاں راپیشوایان ایں طریق باید شمردنہ آں کہ ایشاں را [illegible] دربرحوادث زماں دعالم السروالاعلان داندکہ ایں امرمحض کفروشرک است ہرگز مومن پاک راملوث بآں شدن جائزنیست۔

واماترک بدعات پس بیانش آں کہ درجمیع عبادات ومعاملات وامور معاشیہ ومعدیہ طریق خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ علیہ وسلم رابکمال قوت

اول ترک اشراک اور ثانی ترک بدعات ۔ترک اشراک کا مطلب یہ ہے کہ فرشتہ وجن، پیرومرشد، استاذ وشاگرد اور نبی اور ولی میں سے کسی کو اپنی مشکلات حل کرنے والا نہ سمجھے، اور ان میں سے کسی سے اپنی مرادیں اور ضرورتیں نہ مانگے اور کسی کو بھی نفع پہنچانے اور بلا ومصیبت دور کرنے اور مشکلات کے حل کرنے پر قادر نہ سمجھے اور سب کو اپنی طرح حضرت حق کے علم وقدرت کے مقابلہ میں عاجز وناداں جانے اور ہرگز اپنی حاجت روائی کے لیے انبیاء واولیاء وصلحاء وملائکہ میں سے کسی کی نذر ونیاز نہ کرے۔ ہاں! اس قدر سمجھے کہ یہ سب جناب صمدیت کے مقبول ترین بندے ہیں۔ان کی مقبولیت کا ثمرہ بس یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ان کی اتباع کریں اور پیشوائے طریق انھیں سمجھیں، یہ نہیں کہ ان کو حوادث زمانہ پر قادر اور ہر غیب وشہود کا عالم سمجھا جائے، اس لیے کہ یہ امر محض شرک وکفر ہے اور ہرگز مومن پاک کو اس ''بداعتقادی'' کے ساتھ ملوث ہونا جائز نہیں۔

اور ترک بدعات کا مطلب یہ ہے کہ تمام عبادات ومعاملات اور امور معاشیہ ومعادیہ میں خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی

www.abulhasanalinadwi.org

وعلو ہمت باید گرفت وآنچہ مردماں بعد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم از قسم رسوم اختراع نمودہ اند مثل رسوم شادی وماتم تجمل قبور وبنائے عمارت براں واسراف درمجالس اعراس وتعزیہ سازی وامثال ذلک ہرگز پر اموں آں بناید گردو حتی الوسع سعی در محو کردن آں باید کرد اول خود ترک بایہ نمود بعد ازاں ہر مسلماں رابسوئے آں دعوت باید کرد چنانکہ اتباع شریعت فرض است ہم چنیں امر بالمعروف ونہی عن المنکر نیز فرض است چوں ایں امر ذہن نشیں شد پس جمیع طالبان حق را باید کہ ہمیں امور راپیش نظر خود ساختہ۔

گر بیعت نمایند خصوصاً مولوی صاحب مستعد ہدایت مسلمیں چالاک میداں ارشاد وتلقین مولوی کرامت علی صاحب جونپوری اعانہم اللہ کہ زیر دست ایں فقیر بیعت نمودہ اندوایں فقیر ایں امور رارو بروئے ایشاں کماحقہ اظہار نمودہ وایشاں رامجاز باخذ بیعت وتعلیم اشغال از جانب خود نمودہ پس برذمہ ایشاں لازم است کہ اول خود تمسک بہ

علیہ وسلم کے طریقہ کو پوری قوت اور ہمتی کے ساتھ پکڑا جائے اور جو کچھ دوسرے لوگوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد از قسم رسومات کے گڑھ لیا ہے جیسے شادی اور غمی کی رسمیں اور قبروں کا آراستہ کرنا اور اس پر عمارتیں بنانا، اور عرس کی محفلوں میں اسراف کرنا اور تعزیہ سازی نیز اسی قبیل کے دوسرے مخترعات، ہرگز ان کے گرد وپیش میں نہ گھومنا چاہیے اور حتی الوسع ان چیزوں کے مٹانے کی کوشش کرنا چاہیے، پہلے تو خود چھوڑنا چاہیے پھر اس کے بعد ہر مسلمان کو اس کی دعوت دینی چاہیے، اس لیے کہ جیسے شریعت کا اتباع فرض ہی اسی طرح اچھی باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے منع کرنا بھی فرض ہے۔ جب یہ بات ذہن نشیں ہوگئی تو تمام طالبین حق کو چاہیے کہ انہی امور کو اپنے پیش نظر رکھتے ہوئے ایک دوسرے بیعت کریں، خصوصاً مولوی صاحب کہ ہدایۃ المسلمین میں چست تبلیغ وارشاد کے شہسوار ہیں یعنی مولوی کرامت علی صاحب جونپوری (اللہ ان کا مددگار رہے) جنہوں نے اس فقیر کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور فقیر نے ان امور کو ان کے روبرو کماحقہ واضح کردیا ہے اور ان کو بیعت لینے اور اشغال کی تعلیم دینے میں اپنی جانب سے مجاز کیا ہے، ان کے ذمہ لازم

امور مذکور الصدر نمایند و قلب وقالب
خود را متوجہ بسوئے حق کنند و در اتباع
شریعت غرا ، را ظاہراو باطنا پیش
گیرند و تمامی انجاس اشراک والواث
بدعات را از خود دور نمایند و بعد ازاں
جمیع طالبان حق را بسوئے آں ترغیب
کنند و در اخذ بیعت بر دست خود از خود
ساعی شوند و ترغیب وافر نمایند ہرگز
انجام ازاں نہ نمایند چہ دریں بیعت
کہ بر دست یاراں فقیر واقع خواہد شد
فائدہ شد نیست انشاء اللہ کلمہ گویاں
از رسوم شرک پاک خواہند شد و تعظیم
شرع شریف در دردل ایشاں
جا خواہد گرفت وفقیر دعاہا خواہد کرد کہ
آں بیعت ثمر ثمرات جمیلہ وجزیلہ
گردد در تعلیم و تفہیم طالبان سعی بدل
وجاں نمایند واز ایشاں اخذ بیعت کنند
وایشان را تعلیم اشغال فرمایند حق جل
وعلی ایں فقیر را و جمیع مخلصین و محبین
مارا در زمرۂ موحدین ومخلصین ومتبعین
شریعت غرا گردانند وآمین۔

اسمہ احمد

ہے کہ پہلے خود امور مذکور الصدر پر مضبوطی
سے عمل کریں اور اپنے قلب وجسم حق
تعالیٰ کی جانب متوجہ کریں اور شریعت غراء
کی اتباع کو ظاہراً وباطناً سامنے رکھیں اور
شرک کی تمام نجاستوں اور بدعات کی
گندگیوں کو اپنے سے دور کریں، اور اس
کے طالبین حق کو اس کی طرف راغب کریں
اور اپنے ہاتھ پر بیعت لینے میں اپنی جانب
سے کوشش کریں اور پورے طور پر رغبت
دلائیں، ہرگز اس میں دریغ نہ کریں کیونکہ
اس بیعت میں جو کہ فقیر کے دوستوں کے
ہاتھ پر واقع ہوگی فائدہ کی کامل توقع ہے۔
انشاء اللہ کلمہ گو رسوم شرک سے پاک ہوں
گے اور شرع شریف کی عظمت ان کے دل
میں جاگزیں ہوگی اور فقیر دعائیں کرتا
رہے گا کہ وہ بیعت گرانقدر نیک ثمرات کی
باعث ہو۔ مریدین وطالبین کی تعلیم
وتزکیہ میں دل وجان سے کوشش کریں
اوران سے بیعت لیں اور ان کو تزکیۂ نفس
کے طریقے تعلیم فرمائیں۔ حق بزرگ
وبرتر اس فقیر اور ہمارے اس سلسلے کے
تمام مخلصین ومحبین کو موحدین ومخلصین اور
متبعین شریعت غراء کے زمرہ میں
کردے۔ آمین (مہر سید احمد)

www.abulhasanalinadwi.org

کچھ غلطیاں اور استدراکات

راقم مولانا جونپوریؒ کے بارے میں جو مضمون "الفرقان" میں لکھا تھا اس میں کچھ فاش غلطیاں ہوگئی تھیں، جن کی تصحیح اور کچھ نئی باتیں سامنے آگئی ہیں وہ ہدیہ ناظرین ہیں۔

مضمون کی پہلی قسط میں لکھا گیا تھا کہ "مولانا اپنے والد کی تنہا اولاد تھے" اس غلطی پر ان کے اہل خاندان مولانا ظفر احمد صاحب اور مولانا عبدالباطن صاحب وغیرہ نے توجہ دلائی ہے، صحیح یہ ہے کہ مولانا کرامت علی صاحب کے والد شیخ ابراہیم امام بخش اپنے والدین کی تنہا اولاد تھے اور شیخ امام بخش کی دو شادیاں ہوئیں اور ان سے کئی اولاد ہوئیں۔ مولانا کرامت علی کے علاوہ ان کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ مولانا کرامت علی کے ایک چھوٹے حقیقی بھائی مولانا رجب علی تھے جو اپنے وقت کے جلیل القدر عالم اور فقیہ تھے، یہ حضرت سید احمد شہیدؒ سے بیعت اور ان کے ممتاز خلفاء میں تھے۔ مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی نور اللہ مرقدہ نے سیرت سید احمد شہید میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ان کے علاوہ مولانا کی ایک حقیقی بہن اور تین سوتیلے بھائی اور سوتیلی بہنیں بھی تھیں۔

مولانا کے اہل خاندان نے دوسری طرف جس غلطی کی توجہ دلائی وہ یہ ہے کہ "راہ نجات" کے مصنف مولانا سخاوت علی جونپوریؒ نہیں بلکہ اس کے مصنف حافظ محمد علی صاحب تھے جو مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کے ہم عصر تھے، "مـالا بدمنه" کے آخر میں قاضی صاحب کا جو وصیت نامہ درج ہے اس میں حافظ محمد علی صاحب کا ذکر ہے اور محشی نے ان کے نام کے آگے لکھا ہے کہ یہ "راہ نجات" کے مصنف ہیں۔

یہ دراصل غلط فہمی ہے جو اس لیے ہوئی ہے کہ "راہ نجات" پر مصنف کا نام درج نہیں ہے، عموماً ہمارے ملاف اپنی تصانیف پر اپنا نام درج نہیں کرتے تھے، اس لیے ان

www.abulhasanalinadwi.org

کی بہت سی کتابیں دوسروں کی طرف منسوب ہوگئی ہیں۔ یہی حال غالباً راہ نجات کے ساتھ پیش آیا ہے کہ مولانا سخاوت علی صاحب نے اس پر اپنا نام درج نہیں کیا ہے، اس وجہ سے بنگال میں اسے مولانا کرامت علیؒ صاحب کے تصنیف سمجھا جاتا ہے مگر پورے شمالی ہند میں مولانا سخاوت علی ہی کو اس کا مصنف سمجھا جاتا ہے۔ مولانا ظفر احمد صاحب نے اوپر جس دلیل کی بنا پر اس کو حافظ محمد علی صاحب کی تصنیف بتایا ہے اس دلیل کی کوئی زیادہ اہمیت نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ حافظ محمد علی صاحب نے اس نام کی کوئی دوسری کتاب لکھی ہو۔ علاوہ ازیں ''راہ نجات'' کی زبان قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کے وقت کی زبان معلوم نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کے پچاس برس بعد کی زبان معلوم ہوتی ہے، نیز ان کے دور میں اردو نثر نے اتنی عمومیت اختیار نہیں کی تھی کہ اس میں علمی کتابیں لکھی جاسکیں)۔ یہی وجہ ہے کہ قاضی صاحب نے خود ''مالابدمنہ'' فارسی میں لکھی حالانکہ یہ کتاب انہوں نے عوام کے لیے لکھی تھی۔

پھر مولانا سخاوت علی جونپوریؒ اردو کی اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں جب کہ حافظ محمد علی صاحب کی کوئی اور دوسری کتاب سامنے نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ عربی سے اردو میں فقہ کے مسائل کو منتقل کرنا جب کہ اس کا کوئی نمونہ نہ ہو آسان نہیں تھا، اس کے لیے بہر حال مہارت کی ضرورت تھی، اس لیے صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پنجاب کے بجائے یوپی کے کسی حصہ میں لکھی گئی ہے، اور زبان بھی اسی دیار کی استعمال ہوئی ہے، عام طور پر اردو کتابیں اس وقت یوپی اور بہار میں مقبول تھیں، پنجاب میں اس کا رواج نہیں تھا۔ اس لیے راقم الحروف اسے مولانا سخاوت علی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف سمجھتا ہے۔

مولانا کرامت علی صاحب کے کارناموں میں ایک کارنامہ ۱۸۵۷ء کی تحریک انقلاب میں شرکت بھی ہے۔ اس کی کچھ تفصیل مفتی نظام اللہ صاحب شہابی نے اپنی کتاب ''ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء'' میں کی ہے مگر اتفاق سے یہ کتاب راقم الحروف کے سامنے نہیں ہے۔ اس لیے اتنا ہی کہنے پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ ۱۸۳۱ء میں انگریزوں کے خلاف جدوجہد کرنے کے لیے ''فرائض'' کے نام سے جو تحریک شروع کی گئی تھی جس میں ۷، ۸ ہزار ہندو مسلمان شریک ہوئے تھے مولانا جونپوری نے اس تحریک کی کئی مقام

www.abulhasanalinadwi.org

پر سربراہی بھی کی۔ (۱) مولانا کے ایک شاگرد مولانا سرفراز علی صاحب تھے جو برابر عیسائیوں کے خلاف لوگوں کو ابھارتے اور انگریزوں سے جہاد پر اکساتے رہتے تھے۔ (۲) آج بھی بنگال میں کہیں کہیں "فرائض" کی نسبت لوگوں کے ناموں کے ساتھ ملتی ہے۔ مولانا کی اس تحریک میں شرکت کی دوسرے ذرائع سے کوئی تصدیق نہیں ہوسکی ہے اس لیے اتنے ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔



---

(۱) مفتی انتظام اللہ صاحب کی کتاب میں یہ تذکرہ دیباچہ میں ہے اور اس سے کچھ زیادہ نہیں ہے جس کا ذکر اس مضمون میں آ گیا، البتہ ۱۸۵۷ کی تحریک میں شرکت کا ذکر مفتی صاحب نے کیا ہے۔

(۲) مفتی انتظام اللہ صاحب ہی نے مولانا سرفراز علی صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ جنرل بخت خاں ان کے مرید تھے اور ان ہی کہ ترغیب پر انگریزی ملازمت چھوڑ کر جہاد آزادی میں آئے تھے۔

www.abulhasanalinadwi.org